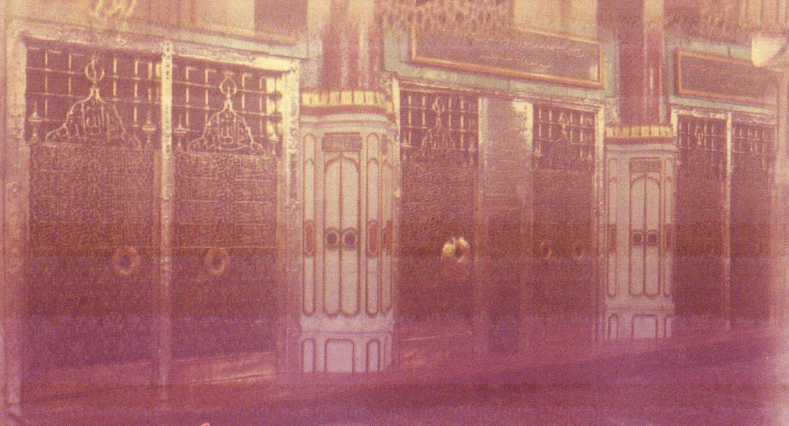


زیارت و ضمیمہ اودار تعظیم آثار مقدسہ بر تحقیقی بحث

نور الایمان

بِیَارَةِ اَنَا رَحِیبِ الرَّحْمٰنِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم



ترجمہ :

تصنیف :

مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی مدظلہ العالی مولانا مفتی اراحد قادری مٹھی

صُفَّہ پبلی کیشنز

زیارتِ وضو، طہرہ اور تعظیمِ آثارِ مقدسہ پر تحقیقی بحث

نورِ الایمان

بِزَارَةِ آثارِ حَبِيبِ الرَّحْمَنِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ک

ترجمہ:

تصنیف:

مولانا محمد رفیع الرحمن قادری صاحبی

مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی مدظلہ العالی

صُفْہِ پَای کِشَنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹر جی روڈ - اُردو بازار - لاہور فون: 7324210



رَبَّنَا ثَقَلْنَا مِنْكَ
إِنْتَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
عَذِّقْنَا اللَّهُ الْعَظِيمُ

بمحلہ حقوق محفوظ ہئیں

نام کتاب : _____ نور الایمان
مؤلف : _____ برنیارۃ آثار حبیب الرحمن علی علیہ السلام
مؤلف : _____ مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ : _____ مولانا افتخار احمد قادری مصباحی
باہتمام : _____ عمر حیات قادری
ناشر : _____ صفحہ پہلی کیشنز - لاہور
تعداد : _____ گیارہ سو
قیمت : _____ 70 روپے

- ☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، مکتبہ نبویہ نور یہ رضویہ پبلی کیشنز
پروگریسو بکس اسلام بک ڈپو گنج بخش روڈ دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ مسلم کتابوی سنی کتب خانہ مکتبہ جمال کرم مکتبہ قادریہ
مرکز الاولیں سستا ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور
- ☆ گلیکسی بک سنٹر - 491 طفیل روڈ صدر لاہور کینٹ

تہذیب

سہارن پور قومی مانتھن

حضرت مولانا شاہ حافظ عبد العزیز محدث سہارن پوری نور اللہ مرقدہ

————— جنکے ————— کی

فیضانِ کرم نے کتنے بے باق قلمروں کو سندر کی سی وسعت دی اور جن کی ایک
ادنیٰ جگہ التفات نے بے شمار ذروں کو آفتاب و ماہتاب بنا دیا۔

اور ————— ان کی عظیم یادگار

الجامعۃ الاشرفیہ سہارن پور اعظم گڑھ

————— کی خدمت میں ہے جہاں —————

عصر حاضر میں مسلمانانِ ہند کے لئے علم و فضل اور رشد و ہدایت
کا سینا رہن چسکی ہے۔

(انتظارِ احقر قادی)

ماخذ

سنة وفات	مصنف	کتاب
۲۵۶ هـ	امام ابو عبد الله محمد بن اسماعيل بخاری	۱- صحیح البخاری
۸۵۵ هـ	علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی	۲- شرح البخاری
۹۱۳ هـ	علامہ شهاب الدین احمد بن محمد خطیب قسطلانی شافعی	۳- شرح البیہاری
۷۸۶ هـ	علامہ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی	۴- شرح البیہاری
۲۶۱ هـ	امام ابوالحسین عساکر الدین مسلم بن حجاج قشیری	۵- صحیح مسلم
۶۶۶ هـ	امام حافظ ابو زکریا عینی بن شرف نوری	۶- شرح مسلم
۲۶۵ هـ	امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث بستانی	۷- سنن ابو داؤد
۲۶۳ هـ	امام ابو عبد الله محمد بن یزید ربیع ابن مایہ ترمذی	۸- سنن ابن ماجہ
۳۰۳ هـ	امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی	۹- سنن نسائی
۲۶۹ هـ	امام ابو یونس محمد بن عیسیٰ ترمذی	۱۰- جامع الترمذی
۴۳۰ هـ	علامہ محمد ابو عبد الله ولی الدین بن عبد الله خطیب تبریزی	۱۱- مشکوٰۃ المصابیح
۱۰۵۲ هـ	علامہ شیخ محدث ابو الجہد عبد الحق بن سیف الدین دہلوی	۱۲- لمعات شرح مشکوٰۃ
۱۰۵۲ هـ	علامہ شیخ محدث ابو الجہد عبد الحق بن سیف الدین دہلوی	۱۳- اشعة اللمعات
۱۰۱۲ هـ	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بلاقاری حنفی	۱۴- مرقات شرح مشکوٰۃ
	علامہ مظہر الدین حسین بن محمود زیدانی	۱۵- مباحث شرح مصابیح
۶۴۳ هـ	علامہ حسن بن محمد طبری	۱۶- شرح مشکوٰۃ
۲۴۱ هـ	امام احمد بن حنبل	۱۷- مسند امام احمد
۱۶۹ هـ	امام ابو عبد الله مالک بن انس	۱۸- موطا امام مالک
۸۵۲ هـ	علامہ حافظ ابن النضر شہاب الدین احمد بن علی معروف بابن حجر عسقلانی	۱۹- شرح بخاری
۱۸۹ هـ	امام ابو عبد الله محمد بن حسن شہیدانی	۲۰- موطا امام محمد
۱۰۱۴ هـ	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان لاقاری حنفی	۲۱- شرح موطا امام محمد
۳۵۳ هـ	محدث ابو حاتم محمد بن حبان قسی	۲۲- صحیح ابن حبان

کتاب	مصنف	تعدادات
۲۳- صحیح ابن خزيمة	محدث ابو بکر محمد بن اسماعیل بن خزيمة	۳۱۱ م
۲۴- صحیح مالک	محدث ابو عبد الله محمد بن عبد الله مالک	۲۰۵ م
۲۵- شعب الايمان	محدث ابو بکر احمد بن حنبل بن علی بن مهدي	۲۵۸ م
۲۶- معجم کبير	محدث ابو القاسم سليمان بن احمد طبرانی	۳۹۰ م
۲۷- معجم اوسط	محدث ابو القاسم سليمان بن احمد طبرانی	۳۹۰ م
۲۸- تحفة الزوار الى قبر النبي المختار	حافظ ابو القاسم علی بن ابو محمد معروف بابن عساکر	۵۴۱ م
۲۹- مصنف عبد الرزاق	محدث عبد الرزاق ابو بکر بن یحیى	۲۱۱ م
۳۰- سنن دارقطني	محدث ابو الحسن علی بن عمر دارقطني	۳۸۵ م
۳۱- مسند البرقي	محدث احمد بن علی البرقي موصلي	۳۰۷ م
۳۲- مصنف ابن ابی شيبه	امام ابو بکر عبد الله بن محمد بن ابی شيبه عسلي	۲۳۵ م
۳۳- مسند بزار	محدث ابو بکر احمد بن عمرو بزار	۲۹۲ م
۳۴- معانی الآثار	امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی	۳۲۱ م
۳۵- جامع الاصول فی احاديث	ابو السعادات محمد بن معروف بابن اثير جوزي	۹۶ م
۳۶- الاستذکار	حافظ محدث ابو عمر يوسف بن عبد الله معروف بابن عبد البر	۲۶۳ م
۳۷- فتح الودود	علامه ابو الحسن سندھی	۵۱۲ م
۳۸- المعرفة	محدث ابو زکریا یحیی بن عبد الوهاب معروف بابن منده	۹۶ م
۳۹- تفسير کبير	امام فخر الدين ابو عبد الله محمد بن عمر رازی	۵۱۶ م
۴۰- معالم التنزيل	امام محي السنه ابو محمد حسين بن مسعود فزارقنوی	۳۶۴ م
۴۱- عمل اليوم والليلة	ابن سني	
۴۲- عمدة المحققين	ابو القاسم شيخ الاسلام برهان الدين ابراهيم بن جعان	
۴۳- الکامل	ابو احمد بن عبد الله بن محمد معروف بابن عدي	۲۶۵ م
۴۴- الموضوعات	ابو الفرج عبد الرحمن بن علی بن جوزي	۵۹۷ م
۴۵- مدارج النبوة	علامه شيخ محدث ابو المجد عبد الحق بن سيف الدين دبري	۱۰۵۲ م

کتاب	مصنف	تذکرات
۴۹- جامع صغیر	علامہ الفضل جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر محمد کمال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۴۷- شرح جامع صغیر	علامہ شیخ شمس الدین محمد بن علی شافعی	۹۲۹ھ
۴۸- شرح جامع صغیر	علامہ شیخ صالح شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد شافعی	۱۰۳۰ھ
۴۹- شرح جامع صغیر	علامہ شمس الدین عبدالرؤف منادی شافعی	۹۱۱ھ
۵۰- خلاص صغری	علامہ الفضل جلال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر محمد کمال الدین سیوطی	۹۲۳ھ
۵۱- مواہب لدنیہ	علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی شافعی	۱۱۷۶ھ
۵۱- الصغنی	شاه ولی اللہ بن عبدالرحیم محدث دہلوی	۵۴۴ھ
۵۲- کتاب الشفا	علامہ الفضل قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی	۶۲۴ھ
۵۴- سیرۃ الشافی	علامہ رکن الدین شامی	۷۴۸ھ
۵۵- تجرید الصحابہ	امام حافظ شمس الدین ابوجعلیٰ محمد بن احمد ذہبی	۱۰۹۹ھ
۵۶- شرح الشفا	علامہ شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی حنفی	۱۱۲۲ھ
۵۷- شرح مواہب لدنیہ	علامہ محمد بن عبدالباقی زرقلانی مالکی	۸۵۲ھ
۵۸- الاصابہ فی احوال الصحابہ	علامہ حافظ الفضل شہاب الدین احمد بن علی معروف بابن حجر عسقلانی	۷۴۸ھ
۵۹- تہذیب التہذیب	امام حافظ شمس الدین ابوجعلیٰ محمد بن احمد ذہبی	۸۵۲ھ
۶۰- تہذیب التہذیب	علامہ حافظ الفضل شہاب الدین احمد بن علی معروف بابن حجر عسقلانی	۸۷۲ھ
۶۱- العقد الثمین فی تاریخ البلد الامین	علامہ تقي الدین ابوالطیب محمد بن احمد قاسمی مالکی مکی	۵۰۵ھ
۶۲- احیاء العلوم	حجة الاسلام امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی	۹۷۰ھ
۶۳- بحر الرائق	زین العابدین بن ابراہیم بن محمد معروف بابن نجیم مصری	۱۰۸۸ھ
۶۴- در مختار	علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی	۱۲۵۲ھ
۶۵- رد المحتار	علامہ محمد امین بن عمر معروف بابن عابدین شامی	۱۲۹۰ھ
۶۶- جامع الرموز	علامہ شمس الدین محمد قسطلانی حنفی	۹۵۳ھ
۶۷- شرح حدایہ	علامہ بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی	۸۵۵ھ
۶۸- کتاب الفرائض	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری	۱۸۲ھ

کتاب	مصنف	تاریخات
۶۱- تفسیر العنبر	علامه مختار نجم الدین بن محمود بن محمد زاهدی	۹۵۸ هـ
۶۰- نهضت شرح هدایه	علامه شیخ حسام الدین حسن بن علی سنغاتی حنفی	۱۰۱۰ هـ
۶۱- خزائن الروایات	قاضی جگن حنفی کجراتی	۹۱۰ هـ
۶۲- کشف اصول البرزوی	علامه عبدالعزیز بن احمد بن بخاری	۶۳۰ هـ
۶۳- اصول برزوی	امام فخر الاسلام علی بن محمد برزوی حنفی	۴۸۲ هـ
۶۴- شرح النقایه	علامه شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکام علی قاری حنفی	۱۱۱۲ هـ
۶۵- فتح القدير	امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد معروف بابن حمام حنفی	۸۶۱ هـ
۶۶- مراقی الفلاح	علامه حسن ابوالاخلاص بن عمار شرنبلالی	۱۰۶۹ هـ
۶۷- اختیار شرح مختار	علامه ابو الفضل محمد بن عبداللہ بن محمود موصلی	۶۸۳ هـ
۶۸- جامع صغیر	امام ابو عبداللہ محمد بن حسن شیبانی	۱۸۹ هـ
۶۹- المحيط	امام رضی الدین محمد بن محمد بن محمد ترخشی	۵۲۴ هـ
۷۰- نور الایضاح	علامه حسن ابوالاخلاص بن عمار شرنبلالی	۱۰۶۹ هـ
۷۱- فتاویٰ سراجیه	علامه سراج المذنب والدین اودی	سازین صدی
۷۲- خزائن الفتاوی	علامه شیخ طاهر بن احمد بن عبدالرشید ترخشی حنفی	۵۴۲ هـ
۷۳- امداد الفلاح	علامه حسن شرنبلالی	۱۰۶۹ هـ
۷۴- فتاویٰ عالمگیریہ	بابہام حضرت آوزنگ زبیب عالمگیری رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۱۶ هـ
۷۵- فتاویٰ قاضی خاں	امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی حنفی	۵۹۲ هـ
۷۶- فتاویٰ ظہیریہ	علامه شیخ ابوبکر ظہیر الدین بن محمد بخاری حنفی	۶۱۹ هـ
۷۷- فتاویٰ سیوطی	علامه ابو الفضل جمال الدین عبدالرحمن بن ابوبکر محمد کمال الدین سیوطی	۹۱۱ هـ
۷۸- فتاویٰ ابن حجر	علامه حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی معروف بابن حجر عسقلانی	۸۵۲ هـ
۷۹- فتاویٰ کبریہ	علامه صدر شہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز حنفی	۵۳۶ هـ
۸۰- فتاویٰ خیریہ	علامه خیر الدین بن احمد بن علی رملی حنفی	۱۰۸۱ هـ
۸۱- مختارات النوازل	علامه برهان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر فرغانی مرغینانی صاحب حدایہ	۵۹۳ هـ
۸۲- ایضاح التودی	امام حافظ ابوزکریا عیسیٰ بن شرف تودی	۶۷۹ هـ

کتاب	مصنف	سندوات
۹۳- مطالب المؤمنین	مولانا بدرالدین لاهوری	۹۹۵ھ
۹۴- الجوهر المنظم	علامہ انور بن حجر بیہقی شافعی	۸۰۰ھ
۹۵- السراج الراجح	علامہ ابوبکر بن علی بن محمد حداد	۱۰۸۸ھ
۹۶- شرح ملتقى البحر	علامہ محمد بن علی بن محمد	۹۵۰ھ
۹۷- مجمع الانهر شرح	محی الدین محمد بن مصطفیٰ مصطفیٰ	۹۵۱ھ
۹۸- ملتقى الابهر	معروف بیض زاده	۹۲۲ھ
۹۹- برهان شدرج	علامہ ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی	۱۰۱۴ھ
۱۰۰- مواهب الرحمن	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکلا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۰۱- شرح عین العلم	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکلا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۰۲- شرح لباب الناسک	ابو البرکات دہلوی	۵۶۳ھ
۱۰۳- مجمع البرکات	علامہ رکن الاسلام محمد بن ابوبکر امام زاده	۱۰۵۲ھ
۱۰۴- شریعت الاسلام	علامہ شیخ ابوالجود عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۱۴ھ
۱۰۵- فتح النان	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکلا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۰۶- شرح مناسک الحج	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکلا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۱۰۷- شرح منک تورط	علامہ شیخ نور الدین علی بن سلطان معروف بکلا علی قاری	۵۹۳ھ
۱۰۸- مناسک الحج	علامہ برهان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر خانی صوفیانی صاحب ہدایہ	۶۶۶ھ
۱۰۹- المناسک	امام حافظ ابوذرک یا یحییٰ بن شرف نووی	۱۲۵۲ھ
۱۱۰- منع الغفار	علامہ محمد امین بن عمر معروف بابن عابدین شامی	۷۸۶ھ
۱۱۱- کتاب الناسک	علامہ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی	
۱۱۲- اوضح منہج الی	ابراہیم سعید الشہید الباقی بغدادی	
۱۱۳- معرفت مناسک الحج		
۱۱۴- رسائل الارکان	علامہ بحر العلوم ملا عبدالحق محمد بن نظام الدینی کھنری	۱۲۶۵ھ
۱۱۵- التقاصد الحسنہ	علامہ شیخ شمس الدین بن محمد سخاوی شافعی	۹۰۲ھ
۱۱۶- نظام المکتہ	مولانا سید عبد الرحمن حنفی	

کتاب	مصنف	سنه وفات
۱۱۷- الغرائب	علامہ احمد بن محمد ابی بکر حنفی صاحب مجمع الفتاوی	
۱۱۸- مفاتیح المسائل	علامہ حجرۃ الدین بلخی	
۱۱۹- کتاب اتفاق الامر	علامہ ابن حبیرہ	
۱۲۰- الاحکام	شیخ ابو العباس احمد بن محمد ناطقی	۸۴۶ھ
۱۲۱- دلائل الخیرات	علامہ ابو عبد اللہ محمد بن سلیمان جزولی شریف حنفی	۸۵۲ھ
۱۲۲- شرح دلائل الخیرات	علامہ شیخ محمد مہدی بن احمد بن علی ناسی مالکی	۸۵۲ھ
۱۲۳- العوارف	علامہ شیخ شہاب الدین ابو الفضل عمر بن عبد اللہ سہروردی	۹۳۲ھ
۱۲۴- جذب القلوب	علامہ شیخ ابو المجد عبد الحق بن سیف الدین محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۲۵- ۱۳۰- شیخ المدینہ	علامہ مسیح علی بن احمد سمہودی	۹۱۱ھ
۱۲۶- الحج المبینة	علامہ ابو الفضل جلال الدین عبد الرحمن بن ابوبکر کمال مدین سیوطی	۹۱۱ھ
۱۲۷- رسالۃ الحسن	امام حسن بصری	۱۱۰ھ
۱۲۸- روضۃ الصدور		
۱۲۹- مغفرۃ الذنوب		
۱۳۰- فی زیارۃ القبور		
۱۳۱- الروض		
۱۳۲- الخزانۃ الجلالیہ	(فی فروع الحنفیہ)	
۱۳۳- کشف الغطار		
۱۳۴- فضل المدینہ		
۱۳۵- الحجۃ		
۱۳۶- منک متوسط		
۱۳۷- منک کبیر		

فہرست

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۱۳۰	ستون علی	۱۲	۱۔ تعارف
"	ستون دوز	۲۸	۲۔ گلزارِ آفتاب
۱۳۱	ستون تہجد	۳۲	۳۔ عرض مترجم
"	ستون مریحہ القبر	۳۶	۴۔ حالات مصنف
۱۳۲	۱۳۔ جنت البقیع اور اس کے گرد و نواح کی قبروں کی زیارت	۴۱	مقدمہ
۱۳۳	قبر سیدنا عباس	"	۵۔ زیارت قبر کا حکم
۱۳۴	قبر سیدنا عثمان	۴۴	۶۔ زیارت قبر کے اوقات
۱۳۵	قبر ابراہیم	۴۵	۷۔ زیارت قبر کے آداب
۱۳۶	قبر عقیل	۵۱	۸۔ قبرستان میں نامناسب امور
"	قبر امام مالک	۶۱	۹۔ زیارت قبر کے لئے سفر
"	ایک اور قبر	۶۶	آغاز بحث
"	ایک چھوٹا سا قبر	"	۱۰۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت
"	قبر صغیہ	"	۱۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کی تعظیم اور انکی اہانت کرنے والے کا حکم
"	حضرت فاطمہ کا مزار	۷۶	مدینہ منورہ کی زیارت
۱۳۸	سعد اشہلی کا مزار	"	۱۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت
"	البر سعید خدزی کا مزار	۱۳۶	۱۳۔ متبرک ستون
"	قبر ازواج مطہرات	۱۳۸	ستون مختلفہ مطہرہ
۱۳۹	ایک اور قبر	۱۳۹	ستون عاشر
۱۴۰	ضمیمہ	"	ستون توبہ
۱۴۱	۱۵۔ مسجد قبا کی زیارت	۱۴۰	ستون سمریہ
۱۴۲	۱۶۔ کوہ اُحد اور اسکے شہداء اور اسکی مسجدوں کی زیارت		

صفحہ	نام مضمون	صفحہ	نام مضمون
۱۹۰	بیر فرس	۱۵۰	مسجد فنج
"	بیر روم	۱۵۱	مسجد جبل عینین
۱۹۱	بیر بغامہ	"	مسجد وادی
"	بیر بصد	۱۵۲	۱۷- جنت البقیع اور بیر بن یقیع
"	بیر حار	"	مدینہ منورہ اور اس کے
۱۹۲	بیر احاب	"	قرب و جوار کی متبرک مسجدیں
"	بیر العین	"	مسجد الجعد
"	بیر ابی عبیدہ	"	مسجد الفیض
"	بیر انس بن مالک	۱۵۳	مسجد بنی قریظہ
"	بیر السقیاء	"	مسجد ماریہ قطیفیہ
۱۹۳	۱۹- حرمین شریفین کے درمیان کی مساجد	"	مسجد بنی ظفر
"	مسجد ذوالحلیفہ	۱۵۴	مسجد الاجابہ
"	مسجد العرس	"	مسجد البقیع
"	مسجد شرف الزجاء	"	مسجد فاطمہ زہراء
۱۹۴	مسجد الغزالہ	۱۵۵	مسجد البرزخاری
"	مسجد مرق الظبیبہ	"	مسجد مصطفیٰ العید
"	مسجد بدر	"	ایک اور مسجد
۱۹۵	مسجد الصفراء	"	ایک تیسری مسجد
"	مسجد الجحفہ	۱۵۶	مسجد الفتوح
"	مسجد غلیصہ	"	مسجد سلمان فارسی
"	مسجد مرانظہران	"	مسجد علی
"	مسجد صرف	"	مسجد البرکک
۱۹۶	مسجد شعیب	۱۵۷	مسجد بنی حوام
"	مسجد ذبی طوسی	"	مسجد القبتین
۱۹۷	خاتمہ	۱۵۸	مسجد الذباب
"	۲۰- حرمین شریفین کے فضائل اور	"	مسجد السقیاء
"	ان میں عبادت کی اہمیت	۱۵۹	۱۸- متبرک کنوئیں
		"	بیر اریس

حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی
صدر شعبہ افتاء - الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

تعارف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی خبیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ

مکرمہ العار بکر العلوم مولانا عبد الحل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا غلام الدین قدس سرہ کی بدولت "فرنگی محل لکھنؤ" ماضی قریب میں مسلمانان ہند کا مرکز عقیدت رہ چکا ہے۔ اسی کا بنیاد و رشد و ہدایت، منبع علم و فضل کے محل شب پر ارفع حضرت مولانا عبد الحلیم نور اللہ مرتدہ ہیں۔ مولانا موصوف معقول و منقول کے ایسے جامع تھے کہ اس کی نظیر شاید وہاں کہیں ملتی ہے۔ معقولات میں مطومات کے بعد عموماً مقام پر داغ آجاتا ہے مگر موصوف پر اللہ عزوجل کا یہ غامض فضل ہے کہ معقولات میں بحر کمال رکھنے کے باوجود ان کے مقام پر داغ تو بڑی چیز ہے کیل بھی نہیں آیا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشک واللہ ذو الفضل العظیم۔

حاجی بھٹا صاحب شاہ می بخشیدے نوشیدہ خود را — مصنف کی اسی خوبی پر مجدد معظم اعظم حضرت امام احمد رضا صاحب بریلوی قدس سرہ نے ان کا قدر خطابات سے لازماً "حضرت باجگت فاضل کمال صحیح العقیدہ منی مستقیم جناب مستطاب مولانا مولوی عبد الحلیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" تحفہ غنیہ زیر نظر کتاب انہیں کی ایک بہت اہم اور مفید تصنیف "نور الایمان بزیارۃ

اشار حبیب الرحمن" کا اردو پیکر ہے۔ کتاب کی افادہ حیثیت مصنف کی حالات شان ہی سے ظاہر ہے اگر کسی کو شک و شبہ ہو تو ہاتھ لگن کر آرسی کیا؟ کتاب کا مطالعہ کرے شک آنست کہ خود جو یہ نہ آنکہ عطار بگوید۔

مصنف کے محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جو وابہانہ لگاؤ ہے

وہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں مندرجہ ذیل مزاہات پر بحث ہے۔

۱۔ حدیث طیبہ اور ان کے گرد و نواح کے وہ مخصوص متبرک مقامات جن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ منہم کے ساتھ کسی قسم کا تعلق ہے۔

۲۔ ان سے برکت حاصل کرنے کے جواز و استحسان پر دلائل۔

۳۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضری کے فضائل و آداب اور ان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت و استمداد کا ثبوت۔

۴۔ حرمین طیبین کے فضائل و مناقب

۵۔ قبور مسلمین خصوصاً آسودگانِ جنت البقیع کی زیارت کے سنون ہونے کا بیان اور اس کے آداب۔

۶۔ زیارتِ قبور کے لئے شہرِ رحال کے جواز و استحسان کا تذکرہ۔

مصنف نے ان تمام موضوعات پر اتنے ٹھوس دلائل پیش کر دیئے ہیں کہ مصنف کے لئے مجالِ دمِ زدن نہیں۔ اس لئے اصل موضوع پر مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں تاہم در ایک موضوع کے بارے میں مختصراً چند معرفتات سپردِ قلم ہیں۔

زیارتِ قبور کے لئے سفر | اپنی آبادی کے مقابرِ مسلمین کی زیارت کا سنون ہونا ایسا اجماعی مسئلہ ہے کہ اس میں امت کے کسی ایک فرد کو کوئی اختلاف نہیں — اختلاف یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ زیارتِ قبور کے لئے سفر کر کے جانا جائز ہے یا ناجائز۔

جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ انبیاء کرام اور اولیاءِ عظام علما و فاضلین کے مزارات مبارک ان کے مشاہدہ و تہنیت کی زیارت کے لئے سفر کرنا بلاشبہ جائز نہ صرف جائز بلکہ مطلق زیارتِ قبور کا فرد ہونے کی وجہ سے سنون و باعثِ برکت ہے۔

اسی لئے عہدِ قدیم سے آج تک امت میں مزاراتِ مبارک کی زیارت کے لئے سفر کرنا

رائج و معمول رہا ہے اگر ان کے جواز و استحسان کی کوئی اور دلیل نہ برقی تو تعالٰیٰ مہین خود اس کے استحسان کا یہ ان قاطع ہے۔ ان اسلاف میں کچھ حضرات ضرور ایسے ہیں جو زیارتِ قبر کے لئے سفر کو ناجائز کہتے ہیں۔ اگرچہ ان کا اختلاف نیکسندی پر مبنی ہے اور اجتہادی اختلافات کی نوعیت کا ہے۔ مگر آج کچھ لوگوں نے اس میں اتنا غلو کر لیا ہے کہ زیارتِ قبر کے لئے سفر نہ صرف ناجائز کہتے ہیں بلکہ پوری دیدہ دلیری کے ساتھ اسے شرک تک کہنے لگے ہیں۔ اس خصوص میں ابن تیمیہ اور ان کے متبعین کا سہارا لے کر اتنے آگے بڑھ چکے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ شاید یہ کسی اختلافی مسئلہ پر اتنے غلو و غرور کا ارتکاب کسی اور معاند مبادل نے کیا ہو اب ہم ان کی سب سے بڑی بنیادی دلیل پر بہت معمولی اور عام فہم بحثِ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ ان لوگوں کا استدلال یہ حدیث ہے۔ جو حدیث کی کثیر کتابوں میں مختلف الفاظ کے ساتھ موجود ہے

کحضر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

تین مسجدوں کے علاوہ کہیں سفر نہ کرو
مسجد حرام - مسجد رسول - مسجد اقصیٰ

لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةٍ
مَسْجِدِ الْمَحْرَمِ وَمَسْجِدِ
الرَّسُولِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصَى

حافظین کا کہنا ہے کہ جب ان تین مساجد کے علاوہ کہیں سفر کی اجازت نہیں تو اولیاءِ کرام کے مزارات کی زیارت کے لئے بھی سفر ممنوع و ناجائز ہے۔ ان مستثنیٰ تین کے جواب میں اتنا ہی عرض کرنا کافی ہے کہ اس حدیث کا اگر یہی مطلب ہے کہ ان تین مساجد کے علاوہ کہیں بھی سفر کو ناجائز نہیں تو لازم آئے گا کہ انسان اپنی آبادی سے باہر کہیں بھی نہ جائے کسی کام کے لئے نہ جائے نہ تحصیلِ علم کے لئے نہ جائے نہ تبلیغ و وعظ کے لئے نہ جائے۔ یہ اور اسی قسم کے سارے سفر ناجائز و حرام ہو جائیں۔ اور یہ بات کوئی ناقص نہیں کہہ سکتا چاہے کہ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا فرمائیں — اس لئے یہ بات ماننی پڑے گی کہ اس حدیث کا یہ مطلب بزرگ و بزرگ نہیں کہ ان تین مساجد کے علاوہ کہیں سفر نہ کیا جائے ورنہ

معیشت تنگ ہو جائے اور زندگی اجیرن ہو جائے۔

اس لئے ماننا پڑے گا کہ اس حدیث کا صحیح مطلب وہ ہے جو ائمہ محدثین نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی مساجد میں یہ تین مساجد ایسی ہیں کہ ان میں نماز پڑھنے پر دیگر مساجد کی بہ نسبت زیادہ ثواب ہے۔ مسجد حرام میں ایک نماز پر لاکھ نماز کا ثواب ہے اور مسجد نبوی میں ایک نماز پر پچاس ہزار کا ثواب ہے۔ اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز پر پچیس ہزار کا ثواب ہے۔ یہ بات دنیا کی کسی مسجد کو حاصل نہیں۔ اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب تمہاری بستی کی مسجد اور دنیا کی دیگر مساجد میں نماز پڑھنا برابر ہے تو سوائے ان تین مساجد کے کسی اور مسجد کا سفر نہ کرو۔ اس لئے کہ یہ سفر بلا فائدہ ہوگا جو فائدہ دنیا کی دوسری مساجد میں تم کو حاصل ہوگا وہی فائدہ جب اپنی آبادی کی مسجد میں حاصل تو سفر سے کیا حاصل؟

سند الثقاظ — علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدر الدین محمد عینی رحمہما اللہ وغیرہ شارحین نے اس معنی کی تصریح فرمائی ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں،

ان السراد لا تشد الرحال
الى مسجد من المساجد المصلوة
فيه غير هذا واما قصد زيارة
صالح ونحوها فلا يدخل تحت
النهي ويؤيده ما في مسند احمد
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
لا ينبغي للمصلئ ان يشد رحاله
الى مسجد يبتغي فيه المصلوة
غير المسجد الحرام والمسجد الاقصي

مراد یہ ہے کہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کے قصد سے سفر نہ کرے سوائے ان تین مساجدوں کے لیکن کسی بزرگ کی زیارت یا کسی اور کام کے لئے کہیں کا سفر کرنا یہ اس منع میں داخل نہیں۔ اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو سند امام احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی نماز کو کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے سفر کرنا نہ چاہئے سوائے مسجد حرام مسجد اقصیٰ

دوسری مسجدی۔

اور میری مسجد کے۔

(ماشیہ بخاری ج ۱ ص ۱۵۸)

ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر ہوتی ہے۔ جب حدیث سابق کی تفسیر ایک دوسری سے ہوتی ہے تو یہی تفسیر راجع اور مقبول ہوگی۔

جب بزرگان دین کے مزارات طینبات کی زیارت کے لئے سفر کے ممنوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں تو یہ مطلق زیارت قبور کا فرد ہونے کی وجہ سے جائز نہ صرف جائز بلکہ سنت

قرار پائے گا۔ وَمَنْ ادْعَى التَّخْمِيصَ وَالتَّقْيِيدَ فَعَلَيْهِ السَّيِّئَاتُ
حضرت ملائک قاری مرتبہ شرح مشکوٰۃ میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں۔

ذهب بعض العلماء الى الاستلال
به على المنع من الرحلة لزيارة
الشاهد وقبور العلماء والصالحين
وما تبين لي ان الامر كذا
بل الزيارة ما مور بها الخبر
"كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ
الْأَنْزُورُ وَهَذَا الْحَدِيثُ إِنَّمَا وَرَدَ
نَهْيًا عَنِ الشَّدِّ لغيرِ الشَّلَّةِ مِنْ
السَّاجِدِ لِمَا شَهِدَ بِلِابِلِهِ
الْأَنفِ مَسْجِدًا مَعْنَى لِلرَّحَلَةِ
الْمَسْجِدِ الْخَرْدِ أَمَّا الْمَشَاهِدُ
فَلَا تُسَادَى بِلِابِلِهِ زِيَارَتُهَا

اسی حدیث سے دلیل لاتے ہوئے بعض علماء نے مشاہد اور قبور علماء اور صلحا کی زیارت سے منع کیا ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں اب تک نہ آئی۔ زیارت قبور کا شریعت نے حکم دیا ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے میں نے تم لوگوں کو زیارت قبور سے منع کیا تھا۔ سنو اب زیارت کرو حدیث لاتشد الرجال میں کسی مسجد کی طرف سفر سے مانعت ہے۔ ان تین مسجدوں کے علاوہ کیونکہ بقیۃ ساری مساجد ایک دوسرے کے مثل ہیں بلکہ کوئی شہر ایسا نہیں جہاں مسجد نہ ہو۔ پھر کسی مسجد کے

عَلَى تَدْرِجَاتِهِمْ مِنْهُ اللَّهُ
لَيْتَ شِعْرِي هَلْ يَنْجُ هَذَا الْقَائِلُ
مِنْ شَدِّ الرِّجَالِ لِقُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ
كَابْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى الْمُنْعِ
مَنْ ذَلِكَ فِي غَايَةِ الْإِحْالَةِ
وَأَنْ جُوزَ ذَلِكَ لِقُبُورِ الْأَنْبِيَاءِ
وَالْأَوْلِيَاءِ فِي مَعْنَاهُمْ فَلَا يَجْعَلُ
أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ مِنْ أَهْوَاضِ
الرَّحْلَةِ كَمَا أَنْ زِيَارَةَ الْعُلَمَاءِ
فِي الْحَيَاةِ مِنَ الْمَقَامِدِ.

مرقاۃ جلد اول صفحہ ۴۴

طبرہ بھٹی

کے لیے سفر کے کیا معنی؟ اور شاہِ آپس میں
برابر نہیں بلکہ ان کی زیارت کی برکت اصحاب
مشاہدہ کے اللہ عز و جل کے حضور درجہات
کے اعتبار سے ہے کاشش کو میں جانتا
کیا قائل انبیاء کرام کے مزارات کی
زیارت سے منع کرے گا جیسے حضرت ابراہیم
حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام
ان کی زیارت سے منع کرنا محال ہے اور اگر
انبیاء کرام کے مزارات کی زیارت کو جائز
جانتا ہے اور اولیاء کرام اس خصوص میں —
ان کے حکم میں ہیں تو ان کے
ارات کی زیارت مقصود سفر ہو سکتی ہے جیسا
کہ حیاتِ ظاہری میں علماء کی زیارت مقصود
سفر ہوتی ہے۔

انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے ان کی حیاتِ
طیبہ میں ان کے حضور حاضر ہو کر استعانت

انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے استمداد

اور استمداد بالاجماع جائز و معمول ہے۔ اختلاف و دُوریت میں ہے۔ جب وہ شفیعت کے
مرد و نہ ہوں یا ان کے وصال کے بعد جائز ہے یا نہیں نیز بعد وصال ان سے مدد چاہنے کے
لئے ان کے مزارات کا سفر درست ہے یا نہیں۔ چونکہ اس دور میں بھی بہت سے کان
سننے کی اور بہت سے دل قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس لئے اس موضوع پر
چند سطریں حاضر ہیں۔ ویسے طالب حق کے لئے وہی کافی ہے جو فاضل عثمی نے افادہ کیا ہے

اس بحث کے دو غور طلب پہلو ہیں۔

۱۔ انبیاء عظام اور اولیاء کرام کو تغار حاجات علی مشکلات دفع بیات اور مستغنیث کی اعانت کی قوت من جانب اللہ ملی ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر ملے تو بعد وصال یہ قوت باقی رہتی ہے یا سلب کر لی جاتی ہے؟

قرآن و حدیث کے ارشادات کی روشنی میں ان دونوں سوالوں کے جوابات اثبات میں ہیں تو جس طرح حیات ظاہری میں انبیاء عظام اور اولیاء کرام سے استعانت جائز ہے اسی طرح بعد وصال بھی جائز۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ جو بھی قرآن و احادیث پر نظر ڈالے گا اسے ماننا پڑے گا کہ ان دونوں سوالوں کے جوابات صرف اثبات میں ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ہے

اَنْ اَخْلَقْ لَكُمْ مِنَ الطِّينِ
كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخْ فِيْهِ
فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ
اَسْبِرْ لِحُكْمِ الْاَكْثَرِ وَ
اُخِيْسِ السَّوْفٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ
(پچہ - ۱۳)

کہ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی
صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک دیتا
ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے
حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں ماور زاد
انہ سے اور سفید داغ والے کو اور میں
مروے جلالتا ہوں اللہ تمنا کے
حکم سے۔

اور اُمت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء کرام وصال کے بعد بھی دنیوی حقیقی جسمانی حیات

کے ساتھ زندہ ہیں صحیح حدیث ہے :

اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلٰى الْاَرْضِ اَنْ
تَاْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ فَتَبَيَّنَ اللّٰهُ كَيْفَ
يُزَيِّنُ - (مشکوٰۃ ص ۱۲۱)

اللہ عزوجل نے زمین پر حرام فرمادیا کہ وہ
انبیاء کے جسموں کو کھائے اللہ کا نبی زندہ ہے
اسے رزق دیا جاتا ہے۔

پھر وصال سے ان تورتوں کا سلب کیسے ہوا؟ رو گئے اولیاء کرام تو صحیح حدیث
قدسی ہے جو بخاری شریف میں بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اللہ
عز و جل فرماتا ہے کہ:

مَا زَالَ الْعَبْدُ يَقْتَرِبُ إِلَيَّ
بِالنَّوْافِلِ حَتَّى أَحْبَبْتُهُ فَإِذَا
أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي
يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي
يُبْصِرُ بِهِ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ
بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمْشِي
بِهَا.

(رواد الشیخ الدہلوی) و
فَوَادَهُ الَّذِي يَعْقِلُ بِهِ
وَلِسَانَهُ الَّذِي يَتَكَلَّمُ
بِهِ

(و ایضاً زاد) فَبِئْسَ لِيَسْمَعَ
وَبِئْسَ لِيُبْصِرَ وَبِئْسَ لِيَبْطِشَ وَ
بِئْسَ لِيَمْشِيَ (بخاری ج ۲ ص ۱۶۳)

(أَشْرَعَةُ السَّمْعَاتِ ج ۲ ص ۱۸۲)

بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے قریب
قریب تر ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں
اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب
میں اس کو مجرب بنا لیتا ہوں تو اس کا کان
ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اس کی
آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے
اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے
اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے
(شیخ دہلوی نے اتنا اضافہ کیا ہے)
اور اس کا دل ہو جاتا ہوں جس سے وہ
سمجھتا ہے اور اس کی زبان ہو جاتا ہوں جس
سے وہ بولتا ہے۔ (شیخ نے اتنا اور اضافہ
کیا ہے) تو وہ بندہ مجھ سے سنتا ہے
اور مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھ سے پکڑتا ہے
اور مجھ سے چلتا ہے۔

اسی حدیث عظیم اور دلیل کی روشنی میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر
فرماتے ہیں

الْعَبْدُ إِذَا وَاطَّاعَ عَلَى

بندہ جب طاعات پابندی کے ساتھ

الطاعات بَلَغَ إِلَى الْمَقَامِ
الَّذِي يَقُولُ اللَّهُ كُنْتُ لَهُ
سَمْعًا وَبَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورُ
جَلَالِ اللَّهِ سَمْعًا يَسْمَعُ
الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ
ذَوَا لُثُ النُّورِ بَصَرًا لَمْ يَرِ
الْقَرِيبَ وَالْبَعِيدَ وَإِذَا صَارَ ذَوَا لُثُ
النُّورِ يَذَلُّهُ قَدْرُ عِلْمِهِ
التَّعَرُّفُ فِي الصَّغْبِ وَالْبَهْلِ
وَالْبَعِيدِ وَالْقَرِيبِ. (۲۱۵-۹۷)

بجالاتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے
کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ میں اس کا کان
آنکھ ہو جاتا ہوں جب کہ اللہ عزوجل کے
جلال کا نور اس کا کان ہو جاتا ہے تو وہ
دُور و نزدیک کی سنتا ہے اور جب وہ
نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے تو نزدیک و
دُور سب دیکھتا ہے۔ اور جب وہ نور
اس کا ماتھ ہو جاتا ہے تو سخت و نرم
دُور و نزدیک میں تعریف کرنے پر بندہ
تواضع ہو جاتا ہے۔

اب رہ گئی یہ بحث کہ اولیائے کرام کے وصال کے بعد ان کی یہ قوت سلب ہو جاتی
ہے یا باقی رہتی ہے۔ اسے حسب ذیل حدیث کی روشنی میں طے کرنا ناظرین کے لئے
بہت آسان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الدُّنْيَا يَجُوزُ الْمُؤْمِنُ وَجَنَّةُ
الْكَافِرِ فَإِذَا مَلَتِ الْمُؤْمِنُ
يُحَلِّي سَرْبَهُ يَسْرَحُ حَيْثُ شَاءَ
(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ)

دُنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت
ہے جب مومن مر جاتا ہے اس کی راہ
کھول دی جاتی ہے کہ جہاں چاہے
سیر کرے۔

اس کا فیصلہ ناظرین کے سپرد ہے کہ کسی کو بھی قوت قید میں زیادہ ہوتی ہے یا
نید کے بہرے۔ اسی وجہ سے تمام علی سیدی جمال مکی قدس سرہ میں ہے کہ
شیخ الاسلام شہاب رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ عوام جو مصیبتوں میں انبیاء و مرسلین اور اولیاء
سے مدد مانگنے کے لئے پکارتے ہیں یا شیخ فلاح یہ جائز ہے کہ نہیں۔ تو

انہوں نے جواب ارشاد فرمایا :

الاستفاضة بالانبياء
والمرسلين والاولياء الصالحين
جائزة بعد موتهم

انبیاء عظام اور اولیاء کرام کے
آثار و مشاہد مبارکہ سے حصول برکت

انبیاء و مرسلین اور اولیاء سے ان کے
وصال کے بعد مدد مانگنا جائز ہے۔

آثار سے مراد ان کے لباس، ان کے
بال، ان کے عصا اور ان کے برتن وغیرہ ہیں۔
اور مشاہد سے میری مراد ان کے مسکوز مکانات
عبادت گاہ، جلسہ گاہ اور ان کی

جائے نزول وغیرہ ہیں۔

جو لوگ امت کے حال سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ انبیاء عظام اور اولیاء
کرام کے آثار و مشاہد سے برکت حاصل کرنا ہمیشہ معمول رہا ہے۔ بخاری شریف میں
خاص ایک باب ہے ”باب المساجد التي في طريق مكة“ (ان مسجدوں
کا بیان جو مکہ کے راستے میں ہیں)

اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل تفصیل سے مذکور ہے کہ
حجۃ الوداع کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں جہاں پڑاؤ کیا تھا۔ وہ تلاش کر کے
انہیں جگہوں میں قیام کرتے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ان جگہوں میں کوئی برکت
نہیں آئی تھی یا برکت آئی تھی، مگر وہاں برکت حاصل کرنا حرام ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر
رضی اللہ عنہ کے اس فعل کی کیا تاویل ہے۔ حدیث ہی میں انہیں سے یہ ایمان افروز عمل منقول
ہے کہ وہ مکہ جاتے ہوئے ایک حجر بیربیاک شاخوں میں اپنا عمامہ الجھا کر کچھ آگے بڑھ
جاتے پھر واپس ہوتے اور عمامہ چڑھا کر آگے بڑھتے لوگوں نے پوچھا یہ کیا؟ فرمایا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ اس بیر میں الجھ گیا تھا اور حضور اتنی دُور آگے بڑھ

ماظرین فیصلہ کریں کہ جو جگہ مہبط انوار ہو مہبط لاسکھ ہو وہاں سے برکت مل سکتی ہے یا نہیں اور برکت کہیں سے بھی ملے، لینا جائز ہو گا یا ناجائز؟

بخاری میں حضرت عتبہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موجود ہے کہ وہ اپنی معذوری کی وجہ سے بارش اور سیلاب کے دنوں میں مسجد اقدس میں حاضر نہ ہو پاتے۔
 حاضر خدمت، ہر عمر میں حضور میرے گھر چل کر کہیں جگہ نماز پڑھ دیں کہ میں اس جگہ نماز پڑھ لیا کروں گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے اور ایک جگہ نماز پڑھی۔ وہیں حضرت عتبہ بن مالک نے مسجد بنالی۔ اگر محبوبان بارگاہ کے کسی جگہ عبادت کرنے سے برکت نہیں آتی تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا؟ اگر برکت آتی ہے تو پھر اس برکت سے محروم کرنے کی سعی کا کیا معنی؟

صباح سترہ کی حدیث ہے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کے بائیں میں ارشاد فرمایا۔

تم ایک پتھر ہونہ نفع دے سکتے ہو	انك حَجَرٌ مَا تَنْفَعُ وَلَا
اور نہ نقصان اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں نے تمہارا بوسہ نہ لیا ہوتا۔	تَنْفَعُ وَلَا أَتَى رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُ مَا تَقْبَلُكَ (مشکوٰۃ ص ۲۲۸)

اس سے قطع نظر کہ حجر اسود نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے یا نہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے یہ بات واضح ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس پتھر کو مس فرمایا ہے اس کا بوسہ سنون اور باعث برکت ہے۔

حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حلق (سر منڈانا) فرمایا تو اپنے مومے مبارک صحابہ کرام میں کس سے تقسیم فرمایا تھا۔

امام بیہقی میں مذکور ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے میں پانی بھر کر صحابہ

مريضوں کو دیتے تھے اور مريض شفا یاب ہوتے تھے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے مبارک کُرتہ کے باسے میں خود قرآن مجید میں ہے۔ انہوں نے اپنے بھائیوں کو دیا کہ اسے لے جا کر والد ماجد کے روئے نور پر ڈال دو ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی اور یہی ہوا بھی۔ کیا حضرت یوسف علیہ السلام دُعا نہیں کر سکتے تھے۔ کیا ان کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ کیا خود حضرت یعقوب علیہ السلام دُعا نہیں کر سکتے تھے اور ان کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔ پھر کُرتہ کیوں بھیجا۔ یہی بتانے کے لئے کہ ہمارے استعمال لباس بامسبب برکت ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فَقَبَعْتُ قَبْضَةً مِّنْ أَثَرِ
الرَّسُولِ۔ (پہ ۱۴)

سامری نے کہا میں نے جبریل کے زیر قدم
کی ایک مٹھی مٹی لی۔

تفاسیر میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام فرعون کے آگے آگے جا رہے تھے جہاں ان کے گھوڑے کے ٹم پڑتے سبزہ آگ آتا سامری سمجھ گیا کہ اس مٹی میں حیات بخشی کی تاثیر ہے اس نے ایک مٹھی مٹی لی اور چاندی سونے کا بچھڑا بنا کر اس کے منہ میں ڈال دی وہ رونے لگا۔ اگر روح الامیں کی سواری کے ٹم میں یہ تاثیر ہو سکتی ہے جبکہ وہ زمین پر پڑتے ہی اٹھ گئے۔ تو جہاں مجربانِ باگاہ کا قیام ہو اس مٹی میں کیا تاثیر ہوگی اس کا اندازہ کرنا بہت آسان ہے۔

اس بحث کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن
شَعَائِرِ اللَّهِ (پہ ۲)

بیشک صفا و مروہ اللہ کے دین کی نشانیاں
ہیں۔

سوال یہ ہے کہ صفا و مروہ میں کیا خصوصیت تھی جس کی بنا پر وہ دین کی نشانی بن گئے اسلامیات کا ہر واقف کار جانتا ہے کہ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ جب وادیِ غیر فونی زرع

میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیاس سے جاں لب ہو گئے تو حضرت باجوہ کی ماتا تڑپ اٹھی وہ پانی کی تلاش میں پہلے صفا پر چڑھیں جب پانی کہیں نظر آیا تو نیچے اتریں جب تک نحت جگر نظر آتے رہے آہستہ چلیں اور جب نشیب میں آ جانے کی وجہ سے نظروں سے اوجھل ہو گئے تو دوڑنے لگیں۔ یہاں تک کہ اتنی بلندی پر پہنچ گئیں کہ پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام نظر آنے لگے تو آہستہ آہستہ مروہ پر چڑھیں۔ اسی طرح سات پھیرے لگائے جس کی یادگار "سعی" ہے اور اس شان سے کہ حضرت باجوہ کے اس اضطرابی فعل کی ہو بہو نقل ہے۔ پہلے وہ صفا پر چڑھیں تو حکم ہے کہ سعی کی ابتداء صفا سے کرو وہ جہاں تک آہستہ چلیں تم بھی آہستہ چلو وہ جہاں دوڑیں تم بھی دوڑو جہاں تک دوڑی تمہیں وہیں تک۔ اور جہاں سے وہ آہستہ چلیں وہاں سے پھر آہستہ چل کر مروہ پر چڑھو۔ وہ صفا اور مروہ پر چڑھ کر حضرت اسماعیل پر نظر ڈالتی تھیں آج وہاں اسماعیل نہیں مگر وہ جہاں لیٹے تھے اس جگہ پر زمزم ہے اس پر نظر ڈالو۔ ساتویں بار زمزم ابے دیکھ کر وہ یہاں آئی تھیں پیاسی تھیں پانی ضرور پایا ہوگا تم بھی سعی مکمل کر کے زمزم پیو۔ اگر حضرت باجوہ کی اضطرابی حرکات میں کوئی کشش نہیں تو اللہ عزوجل نے ان کو اپنی اہم عبارت کا جزو کیوں قرار دیا۔ ساتھ ہی یہ بتانا ہے کہ صفا و مروہ کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ ان پر حضرت باجوہ کے مقدس پاؤں پڑے جس کی وجہ سے وہ اللہ کا نشانی بن گئے تو اگر حالت اضطراب میں جہاں اس محبوب بندی کے قدم پڑے وہ اللہ کے دین کی نشانی ہیں تو جہاں جہاں مجربان بارگاہ کے قدم پڑے وہ یقیناً متبرک و مقدس مقامات ہوں گے۔

اس مفید اور اہم کتاب کے مترجم ادیب لبیب مولانا افتخار

کچھ ترجمہ کے بارے میں

احمد صاحب قادری استاذ ارب عربی الجامعة الاشتراک

میں ضلع اعظم گڑھ کے مشہور اور مردم خیز نقشب گھوسی حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے دامن میں

۳۰ شوال الحکم ۱۳۷۷ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مشہور ادارہ مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں حاصل کی۔

مئی ۱۹۷۲ء میں دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور کو عالم اسلام کی اہم ترین درس گاہ کی شکل دینے کے

لے مکہ ہندوستانی کانفرنس منعقد ہوئی تھی۔ اسی کے تاریخی اجلاس میں مشاہیر علمائے کرام کے مقدمات ہاتھوں سے آپ کو دستارِ فقہیت سے نوازا گیا۔ آپ نے خصوصی طور پر ادب میں مہارت حاصل کی۔ آپ کی علمی و ادبی صلاحیتوں اور خصوصیتوں کی بنا پر حضورِ مآظقت بانیِ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور (علیہ الرحمہ) نے جامعہ کی تدریسی خدمات کے لئے منتخب فرمایا۔ مولیٰ عزوجل ان کے علم و عمر میں برکتیں عطا فرمائے اور ان کے افادہ کو عام سے عام تر فرمائے۔ آمین۔

کہنے کو یہ ترجمہ ہے اور ترجمہ کا لفظ بہت ہلکا ہے لیکن ترجمہ جتنا آسان سمجھا جاتا ہے اتنا آسان نہیں۔ پھر وہ ترجمہ جو درس میں ہوتا ہے اور اس ترجمہ میں جو آپ کے ہاتھ میں ہے بہت بڑا فرق ہے جو درس میں طلبہ کو ہر لفظ کے لغوی اور معنی مراد بتانے کے لئے تحتِ لفظ ترجمہ کیا جاتا ہے۔ مگر یہ ترجمہ تحتِ لفظ اور دسی ترجمہ نہیں ہے بلکہ حقیقت میں یہ عربی مضامین کو اردو میں اس طرح منتقل کیا گیا ہے کہ تسلسلِ سلاست اور زورِ بیان باقی رہے یہ کتنا مشکل کام ہے اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے کہیں یہ کام کیا ہو۔ بعض حیثیتوں سے ترجمہ تصنیف سے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اپنی تصنیف میں مصنف اپنے خیالات کو اپنے طرز پر ڈھالتا جاتا ہے۔ مگر کسی دوسرے کی کتاب میں مترجم اسی کے طرزِ بیان اور طرزِ نگارش کا پابند ہوتا ہے۔

مترجم کی محنت قابلِ تحسین اور قابلِ داد ہے کہ انہوں نے بڑی کاوش و عرق ریزی سے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ الیامیاری ہے کہ اچھے سے اچھے ترجموں میں جگہ پانے کے لائق ہے۔ مترجم نے صرف ترجمہ پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ جابجا تشریحی و افادہ خواشی بھی بڑھائیے ہیں جو مترجم کی بلندِ صلی اور ان کی وسعتِ علم کا پتہ دیتے ہیں۔ انہوں نے کتبِ حوالہ بات کے مصنفین کا نام اور ان کے سن و وفات پوری عرق ریزی کے ساتھ تلاش کئے ہیں۔ ترجمہ یقیناً قابلِ تائش اور مترجم کی محنت لائقِ مدافریں ہے۔ مجھے علوم و خواص سے

قوی امید ہے کہ اس ترجمہ کی نشر و اشاعت میں بحرِ پُرِ حصہ لے کر مترجم کا رُصلہ بڑھائیں گے تاکہ اس میں جہانہوں نے قدم اٹھایا ہے وہ تیزی سے بڑھتا رہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ عز و جل اس خدمت کو قبول فرمائے اور مقبول عام و خاص کرے اور مصنف و مترجم کو دنیا و آخرت میں اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ حبیبِ سید المرسلین۔

فقیر محمد شریف الحق محبِ دینی

نادوم شعبہ افتاء

الجامعۃ الاشرفیہ سب رک پر۔ اعظم گڑھ

یوم جمعہ ۱۵ مفر الغفر ۱۳۹۶ھ۔

از: ڈاکٹر محمد رضوان اللہ صاحب دہلوی

ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (علیگ)

ڈی۔ ایل۔ جامعہ الازہر مصر

صدر شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علیگڑھ

کلمہ آغاز

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّتُكَ عَلَى حَبِيبِكَ الْكَرِيمِ اَمَّا بَعْدُ !

اسلامی تعلیم کی روح یہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر شعبہ میں اطاعت خداوندی کو ملحوظ رکھیں۔ ہمارا ہر قدم اس لئے اٹھے کہ ہم کو خداوند قدوس کی رضا و خوشنودی حاصل کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مہر الامتیں کی رہنمائی کے لئے پیغمبروں کو دنیا میں بھیجا جنہوں نے نہ صرف یہ کہ وہ طریقہ کار بتایا جس پر عمل کر کے دَمَا خَلَقْتَ الْبَحْرَ وَالْاَرْضَ اِلَّا بِعَبْدِكَ یعنی تخلیق انسانی کا مقصد عبادت خداوندی پڑا ہو بلکہ انہوں نے خود بھی اس طریقہ کار پر عمل کر کے دکھایا کہ اگر اس کو لا مکمل بنایا جائے تو انسان صحیح معنی میں اشرف المخلوقات کے منصب پر فائز ہو سکتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ انبیاء و رسل اپنے منصب رسالت و نبوت اور اپنے کردار و عمل کے باعث اپنے اپنے دور میں افضل خلایق ہے ہیں۔ ان کی شخصیتیں لوگوں میں غیر معمولی مقبول اور موقر و محترم رہی ہیں۔ اسی طرح ان کی رحلت کے بعد ان کے چھوڑے ہوئے آثار کی تعظیم و تکریم بھی کی رہی ہے۔ ان کی قومیں ان کے آثار متبرکہ کو باعث خیر و برکت سمجھتی رہی ہیں۔

خود قرآن کریم نے سابعقہ نسبیا کرام علیہم السلام کے آثار کو یاد کر لیا ہے۔
قرآن کہتا ہے :

قَالَ لَهُمْ رَبِّيَ مُحَمَّدٌ آيَةٌ
مِّنْكُمْ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ
سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا
تَرَكَ الْأُمُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ
تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَآيَةً لِّكُم إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ

ان سے ان کے نبی (شمویل علیہ السلام) نے
فرمایا ان (طاہرات) کی سلطنت کی نشانی یہ ہے
کہ تمہارے پاس تابوت آئے جس میں تمہارے
رب کی طرف سے سکینہ ہے اور موسیٰ و
ہارون کے چھوٹے تبرکات میں فرشتے اسے
اٹھا کر لائیں گے بیشک اس میں تمہارے لئے
عظیم نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اس تابوت میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے حضرت
موسىٰ کا عصا ان کی فعلیں مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ مقدس وغیرہ تھا۔ بنی اسرائیل
جس روانی میں اس تابوت کو آگے کرتے اس کی برکتوں سے دشمنوں پر فتح یاب ہوتے اور
جس مراد کے لئے اس کا وسیلہ لاتے وہ مراد برآتی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ معظمہ کی تعمیر کی تھی اس کا ذکر
کرتے ہوئے قرآن مائل ہے۔

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ
مِّمَّا بُرَئِىَ الْهِنِيمِ

اس (خانہ کعبہ) میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں
ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس پتھر پر کھڑے ہو کر کعبہ مقدسہ کی تعمیر کر رہے تھے اس
پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پاک کے نشان جو گھسے تھے۔ اسی کو آیت کریمہ میں مقلم ابراہیم
کہا گیا ہے۔ بلاشبہ یہ کھلی ہوئی نشانی ہے اور اب تک یہ موجود ہے۔ اس کے پاس آج بھی
نماز و دعا مقبول ہوتی ہے۔

جب دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے آثار و تبرکات کی یہ اہمیت و تاثیر ہے تو تعجب اللہ
کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کی عظمت و تاثیر کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے یہی وجہ

ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے آثار مقدسہ کا غیر معمولی احترام کرتے تھے ان سے تبرک و توسل کا کام لیتے تھے۔ کبھی کوڑے مبارک لگایا تو وہ اسے کائنات کی سب سے اہم شئی تصور کرتے۔ کبھی کے پاس جبہ و چادر رہے تو وہ اسے زندگی کی سب سے گرانبوا متاع جانتا ہے۔ آپ نے اگر کبھی نماز پڑھ لی ہے تو وہاں نماز پڑھنے کے لئے بعض صحابہ بعض سے بازی لے جانے کے لئے کوشاں ہیں۔

غرض اس طرح سے آپ کے تمام آثار مقدسہ و تبرکات متبرکہ کو صحابہ کرام میں غیر معمولی اہمیت حاصل تھی اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں اور ان کے بعد ہر زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کا پورا پورا اعتنا کیا جاتا رہا ہے۔ اسی طرح روضہ انور کی زیارت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت عہد صحابہ سے لے کر اب تک ہر زمانہ میں معمول و رائج رہی ہے۔ آج بھی دنیا کے گوشے گوشے سے مسلمان آپ کے مزار مقدس پر حاضر ہو کر آپ سے مدد و نصرت کے طالب ہوتے ہیں ان کے توسل سے ان کی دعائیں مقبول ہوتی ہیں اسی طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعض آثار طیبہ بھی غیر معمولی اہمیت و تاثیر رکھتے ہیں۔

انہیں آثار مقدسہ، زیارت روضہ انور، مساجد متبرکہ اور زیارت اہل بیت علیہم السلام و غیرہ کے موضوع پر مولانا عبدالحکیم فرنگی علی گھنوی نے عربی زبان میں ایک نہایت جامع کتاب ”نُورُ الْاٰیٰمَاتِ بِزِيَارَةِ اَشْرَافِ الرَّحْمٰن“ تالیف کی تھی جس نے علمی حلقوں میں کافی شہرت حاصل کی۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کے مآخذ کی تعداد ایک سو تیس سے بھی زیادہ ہے۔ چونکہ یہ کتاب عربی زبان میں تھی اس لئے اُردو داں طبقہ اس سے استفادہ کرنے سے محروم تھا الحمد للہ مولانا مستنار احمد صاحب قادری کی کاوش و محنت سے اس کا اردو ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

مولانا مستنار احمد صاحب قادری (جامعۃ الاشرفیہ مبارکپور) کے ایک

قابل اور ممتاز استاد ہیں۔ آپ نے اس کتاب کا ترجمہ نہایت سلیس و عامورہ انداز میں کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے وقت یہ محسوس بھی نہیں ہوتا کہ یہ ترجمہ ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب دراصل اردو ہی میں لکھی گئی ہے۔ ہم مترجم کو ان کی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

مما تے اہلسنت کی اس طرح کی متعدد معرکہ الآراء تصانیف پر وہ فتاویٰ میں کیرنکو وہ عربی زبان میں ہیں اس لئے عام مسلمان ان سے استفادہ کرنے سے قاصر ہیں فاضل مترجم نے اس کتاب کا ترجمہ کر کے ایک اہم دینی خدمت انجام دی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر سے نوازے اور اس کتاب کو مقبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

محمد رضوان اللہ ازہری

صدر شعبہ سنی دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۳ جولائی ۱۹۶۶ء

عرض مترجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ہادی اعظم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزِ نور کی زیارت ایک عظیم عبادت اور ایمان والوں کی حقیقی معراج ہے۔ ہر مسلمان مدینہ طیبہ سے عشق بکرواں کے درے درے سے والہانہ جذبات رکھتا ہے۔ اس شہر عشق و محبت کے دیدار کے لئے اس کی آنکھیں بیتاب اور اس کا دل بے چین رہا کرتا ہے۔ اس کی زیارت اس کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہوتی ہے اور اس سے بڑی ایک ایمان دار کی آرزو ہو بھی کیا سکتی ہے کہ جس نے اسے ایمان کی سب سے بڑی دولت دی ہے اس کی جلوہ گاہ کا ایک بار اپنی آنکھوں سے نظارہ کر لے وہ لوگ کتنے خوش قسمت ہیں جنہیں یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مزار مقدس کی زیارت کی بہت زیادہ ترغیب دی اور اس کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ ارشاد ہے:

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت مانگنا میری ہونے لگی۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ

شَفَاعَتِي (رواقطنہ)

دوسری حدیث ہے:

مَنْ زَارَ قَبْرِي بَعْدَ

مَوْتِي كَأَنَّهُ زَارَنِي فِي

حَيَاتِي (ابن مسعود)

میرے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جس نے میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

تیسری روایت ہے،

جس نے میری رحلت کے بعد میری
زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں
میری زیارت کی۔

مَنْ زَارَنِي بَعْدَ مَوْتِي
فَكَأَنَّمَا زَارَنِي فِي حَيَاتِي
(بیہقی)

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل انبیاء سابقین علیہم السلام
آپ سے استعانت اور مدد و نصرت طلب کرتے چلے آئے ہیں۔ حاکم کی صحیح روایت
ہے، جب حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی لغزش پر یہ دعا مانگی:

اے میرے پروردگار میں تجھ سے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے سوال
کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے قرآن سے
اللہ نے فرمایا جب تم نے ان کے وسیلے
سے سوال کیا تو میں نے تجھیں بخش دیا۔

يَا رَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنْ تَغْفِرَ لِي فَقَالَ لَهُ اللَّهُ
فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ اِذَا اسْأَلْتَنِي
بِحَقِّهِ۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مشکلات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری زندگی
میں اور آپ کے وصال کے بعد بھی آپ سے مدد و نصرت طلب کرتے تھے۔ اس طرح
کی متعدد احادیث اپنے مقام پر آئیں گی۔ یہی جہودِ امت کا اعتقاد اور مزاج بھی رہا ہے
اور معمول بھی۔

جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پوری امت کے لئے مجسم مدد و
نصرت ہے اسی طرح آپ کی نسبت سے مشرف ہونے والے مقدس مقامات،
مبارک مسجدیں، مبارک کنوئیں، مسجد ثناء، کوہ اُحد اور اس کی مساجد۔ غرض آپ سے
منسوب ہر چیز بھی باعث خیر و برکت اور ذریعہ مغفرت و نجات ہے۔ جہودِ امت
ان سے توسل اور تبرک حاصل کرتے رہے ہیں۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک

ہر دور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کا غیر معمولی اہتمام اور احترام ہوتا رہا ہے۔ اور ان کی تعظیم و توقیر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تحکیم بھی جاتی رہی ہے۔ شرفاً، مراتبِ لذت اور مدارجِ البرۃ میں مرقوم ہے،

<p>نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک حصہ ان تمام اشیاء کی تعظیم بھی ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسے چھوا ہو یا جو حضور کے نام پاک سے مشہور ہو۔</p>	<p>مِنْ اَعْظَامِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْظَامُ جَمِيعِ اسْبَابِهِ وَمَا لَسَهُ اَوْ عُرِفَ بِهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔</p>
---	--

اس موضوع پر اسلاف کرام میں بہتوں نے قلم بھی اٹھائے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک کی زیارت، آپ سے استعانت اور آپ کے آثار مقدسہ میں بعض بعض پرستقل کتابیں لکھی گئی ہیں۔ فضائلِ حرمین شریفین کتبِ اعدیث کا ایک مستقل باب ہے۔ زیارتِ قبور اور اس کے لئے سفر، آدابِ زیارت وغیرہ پر خوب بحثیں کی گئی ہیں۔

لیکن ان تمام پہلوؤں پر حاوی اور تمام گوشوں پر جامع بحث کہیں یک جا نہیں ملتی ہے۔

آج سے ایک صدی پیشتر یہ خدمت مولانا عبدالمعین فرنگی محلی قدس سرہ نے انجام دی۔ آپ نے اس موضوع پر ایک اہم اور پُر مغز کتاب ”نورُ الإیمان بزیارة اشارِ حبیب الرحمن“ تالیف فرمائی۔

۱۹۱۱ء میں زیارتِ حرمین شریفین کے لئے آپ نے حجاز کا سفر کیا۔ اسی مبارک سفر میں مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران آپ نے یہ کتاب تالیف کی۔ اس کتاب میں آثارِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، زیارتِ روضہ مقدسہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت،

مساجد مبارکہ، آبار مقدسہ، مسجد ثبارة، متبرک متون، کوہ اُحد، اس کے شہباز اور اس کی مسجدیں، اہل بقیع اور عام قبور کی زیارت، ان تمام پہلوؤں پر سیر حاصل بحث اور ان تمام گوشوں پر انتہائی تحقیقی انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ جو بات کہی گئی ہے حوالہ سے کہی گئی ہے۔ اس کتاب کو علمائے فرنگی مل کی تحقیقات کا اعلیٰ نمونہ کہا جاسکتا ہے۔ اس کتاب کے مراجع کتب ایک سو تیس سے بھی متجاوز ہیں جو اس کی غیر معمولی اہمیت کے لئے کافی ہیں۔

لیکن یہ کتاب عربی زبان میں تھی اس کی عام افادیت کے پیش نظر اور علمائے فرنگی مل میں ایک جلیل القدر عالم کی اس موضوع پر تحقیق پیش کرنے کے خیال سے بفضلِ احباب نے مجھے مشورہ دیا کہ یہ کتاب میں اردو ترجمہ کی شکل میں پیش کر دوں۔ رحمن و رحیم کے نام سے میں نے یہ کام شروع کیا۔

الجماعۃ الاشرفیہ کے تدریسی مشاغل کے ساتھ ساتھ یہ کام بھی کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چند ماہ کی مسلسل محنت اور پیہم کاوش کے نتیجے میں آج یہ ترجمہ مکمل ہو کر آپ کے اکتوں میں ہے۔ ترجمہ میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ اصل عبارت کا مفہوم ادا ہو جائے اور ترجمہ اصل مفہوم سے یک سر مو بھی تجاوز نہ کرے۔ مصنف نے جو کہنا چاہا ہے بس اسے ہی پیش کیا گیا ہے۔ ہاں کتاب کے بعض مقامات جو تفتیح طلب تھے ان کی اگ سے خوشی کے ذریعہ تفتیح کر دی ہے۔ زبان زیادہ سے زیادہ آسان اور عام فہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کتاب کو ذبیح اور مفید تر شکل میں پیش کرنے کے ارادے سے تعارف ”کلمۃ آغاز“ حالات مصنف اور ماخذ کتب کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ماخذ کتب میں معنیوں کے اسماء اور ان کے سند و فوات پروری تلاش و جستجو کے بعد جتنے مل سکے ہیں تحریر کر دیئے گئے ہیں۔

انہی میں میں اپنے تمام کبار اور احباب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے کسی بھی طرح

میرا تہا دل کیا۔ بالخصوص ڈاکٹر قاری ضوان اللہ صاحب صدر شعبہ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
کا مشکور ہوں جنہوں نے میری گزارش پر کلمہ آغاز کھ کر میری ہمت افزائی فرمائی۔

شیخ کبیر حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب امجدی صدر شعبہ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ
مبارکپور کامنوں ہوں جنہوں نے متعدد جگہوں پر میری رہنمائی فرمائی۔

رہت قدیر اپنے حبیب گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میری یہ خدمت قبول فرمائے
اور اس کی انادیت عام فرمائے اور مزید اپنے دین کی خدمت کی توفیق بخشے۔

اللہم یا رحیم یا کریم اغفر لنا ولوالدینا ولاساتینا
ولجميع المسلمين والسلامات برحمتک یا ارحم الراحمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا و مولانا محمد
والہ واصحابہ اجمعین آمین

استنما احمد قاری
الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور۔ اعظم گڑھ
۲۹ شوال المکرم ۱۴۱۶ھ - ۲۴ اکتوبر ۱۹۶۶ء

حالات مصنف

۱۱ شوال ۱۲۰۹ھ لکھنؤ

۱۱ شعبان ۱۲۰۵ھ حیدر آباد (دکن)

مولانا عبدالحی فرنگی محلی جو ایک جید عالم دین، صاحب فضل و کمال اور مشہور مصنف و محشی ہیں جنہوں نے اپنی ۳۸ سال کی مختصر سی زندگی میں بیشمار علمی و تحقیقی نقوش چھوڑے ہیں اور شاہیر علمائے کرام اور اصحاب فضل و کمال کی صف میں ممتاز و نمایاں مقام کے حامل ہیں۔

اس کتاب کے مصنف مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی انہیں کے والد گرامی اور استاذ ہیں۔

آپ کی ولادت ۱۱ شوال ۱۲۰۹ھ کو فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی۔ دس برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کیا۔ صرف و نحو کی کتابیں اپنے والد ماجد مولانا محمد امین اللہ متوفی ۱۲۲۶ھ سے پڑھی۔ درسیات کی تکمیل علماء فرنگی محل سے کی۔ علوم اسلامیہ میں کمال حاصل کیا بالخصوص فقہ میں امتیازی مقام پیدا کیا۔ تکمیل درس کے بعد تدریس میں مشغول ہوئے۔

۱۲۶۰ھ میں نواب ذوالفقار الدولہ رئیس، باندہ کی طلب پر باندہ تشریف لے گئے وہاں ریاست کے ایک مشہور مدرسہ میں مدرس مقرر کئے گئے۔ اس کے بعد جو پور تشریف لے گئے۔ وہاں کے رئیس محمد امام بخش نے انہیں مدرسہ حنفیہ کا مدرس مقرر کیا۔ جو پور میں آپ نے ۹ سال تک اقامت کی اور وہیں نور الانوار کا ماشیہ قسود الاقسام تحریر فرمایا۔ ۱۲۷۶ھ میں حیدر آباد دکن کا رخ کیا۔ وہاں سید تراب علی سالار جنگ نے انہیں مدرسہ نظامیہ کا صدر مدرس مقرر کیا۔

تدریس و تحریر میں خدمات کے اس طویل سفر کے ساتھ ساتھ دیارِ پاک کی مانوسگی و شوق بھی بچتا رہا۔ بخت بیدار نے یادری کی اور ۱۲۸۵ھ میں حج و زیارت کے لئے حرمین طیبہ کی

پاک سرزمین کا سفر کیا۔ سکھ مکرمہ پیونج کر آپ نے فریفتہ حج ادا کرنے کے بعد شیخ محمد جمال منفی اور شیخ احمد زینی وعلان سے علم حدیث اور دیگر علوم اسلامیہ کی سند حاصل کی۔

۱۲۸۸ھ میں مدینہ طیبہ میں شیخ عبدالغنی سے تفسیر و حدیث اور شاہ عبدالرشید سے قصیدہ بُردہ اور چنوب البحر کی اجازت و سند حاصل کی۔ شیخ علی المدنی نے دلائل الخیرات شریف کی اجازت دی۔

۱۲۸۲ھ میں حیدر آباد واپس ہوئے اور محکمہ عدالت نظامیہ سے وابستہ ہوئے اور اپنے تدریسی جلال شان کے ساتھ بحسن و خوبی اس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ کچھ مدت کے بعد ایک شدید مرض کا حملہ ہوا۔ ساتھ ہی ساتھ کبھی مخالف کی طرف سے کیا ہوا سحر بھی اپنا اثر کر رہا تھا۔ شعبان تک ایسی حالت غیر ہو گئی کہ زندگی سے ناامیدی پیدا ہونے لگی۔ اپنے صاحبزادے کو کچھ دیتیں فرمائیں اور حدیث کی بھی اجازت دی بیعت لے کر داخل مسجد قادریہ رزاقیہ کیا۔ آخر کار ۲۱ شعبان ۱۲۸۵ھ کو بوقت صبح اس دار فانی کو خیر باد کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

تاریخ وفات "عالم باعمل نور قضا" ہے۔ حیدر آباد الہی میں شاہ محمد یوسف قادری کے مزار کے قریب آپ کو دفن کیا گیا۔ آپ کو بیعت و اجازت مولانا عبد الولی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ آپ نے اپنے پیچھے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد چھوڑی جن میں سے اکثر تدریس و تصنیف میں ممتاز و مشہور ہوئے۔

آپ کی تصانیف کثرت سے ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- ۱- رسالۃ فی الاشارة بالسبابۃ فی التشہد
- ۲- حاشیۃ شرح العقائد الجلالیۃ المسماۃ بعلم المعاهد
- ۳- التحلیہ شرح التسویۃ۔
- ۴- نظم الدرر فی سلك شوق القمر۔

- ٥- امعان النظر لبصارة شق القمر.
- ٦- نور الايمان بزيارة اثار حبيب الرحمن.
- ٧- الاملاء في تحقيق الدعاء.
- ٨- ايقاد المصابيح في التراويج.
- ٩- غاية الكلام في بيات الحلال والحرام.
- ١٠- خير الكلام في مسائل الصيام.
- ١١- القول الحسن في ما يتعلق بالنوافل والسنن.
- ١٢- عمدة التحرير في مسائل اللون الباهر والمحرم.
- ١٣- السقاية شرح الهداية.
- ١٤- قمر الاثمار حاشية نور الانوار.
- ١٥- رسالة في احوال الرحلة الى الحرمين.
- ١٦- التعليق الفاضل في مسئلة الطهر المتحلل.
- ١٧- رسالة في تراجم علماء الهند.
- ١٨- رسالة في جمع الفتاوى.
- ١٩- التحقيقات السرفضية بمجل الحاشية الزاهدية على الرسالة القطبية.
- ٢٠- القول الاسلام لحل شرح السلم.
- ٢١- الاقوال الاربعة.
- ٢٢- كشف المكتوم بمجل حاشية بحر العلوم.
- ٢٣- القول المحيط فيما يتعلق بالمجل الثولف والبسيط.
- ٢٤- معين الطالبين في رد المغالطين.
- ٢٥- الايضاحات لمبحث المختلطات.

- ٢٧- كشف الاشياء لحل حمد الله -
٢٨- البيان العجيب في شرح ضابطة التهذيب -
٢٨- كاشف الظلمة في بيان اتمام الحكمة
٢٩- العرفان
٣٠- حاشية النفيس شرح موجز الطب
٣١- الحاشية على الحاشية القديمة الدوائية
٣٢- شرح شرح التجريد
٣٢- حاشية بديع الميزان
٣٢- حاشية المصباح -
-

لَوْ اَلَا اِيْمَانٌ زِيَارَةُ الْاَشَارِ حَبِيبِ الرَّحْمَنِ



مقدمہ

زیارت قبور کا حکم | مردوں کے لئے زیارت قبور مستحب ہے۔ کیونکہ قبریں دل میں رقت پیدا کرتی اور مرنے لگنے کو یاد دلاتی ہیں۔ بعض نے زیارت قبور کو واجب بتایا ہے۔ (خزانة الروایات)۔ یہی قول ابن عبدالبر نے بعض علماء سے نقل کیا ہے۔ علامہ نووی نے زیارت قبور کے مستحب ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ ہاں شعبی اور شافعی کے قول سے زیارت قبور کا مکروہ ہونا جھکتا ہے۔ لیکن یہ شاذ اور ناقابل التفات قول ہے۔ اس لئے کہ یہ رائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جمہور علماء کے اجماع کے خلاف ہے۔ (الجوہر المنظم)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے اسلام میں دو جہروں سے زیارت قبور سے منع فرمایا تھا،

(۱) بتوں کی عبادت سے مشابہ ہونے کا خوف۔

(۲) اور اس کا اندیشہ کہ لوگ زمانہ جاہلیت جیسے قول و فعل کے کہیں متعکب نہ ہوں۔

پھر جب اسلام کے قواعد و ضوابط منضبط ہوئے تو یہ حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ فرمادیا۔ حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو میں نے قبروں کی زیارت سے روکا تھا مگر اب تم ان کی زیارت کرو۔

تم کو میں نے قبروں کی زیارت
سے روکا تھا تو (اب) تم ان کی
زیارت کرو۔

نہتیکم عن زیارة
القبر و نزودھا
(البود او دود من بریدۃ)

عورتوں کے لئے بھی مذہبِ صحیح کے مطابق زیارتِ قبر مستحب ہے (جامع الترمذی)
ایک خیال یہ ہے کہ ان کے لئے زیارتِ قبر حرام ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ان کے لئے
مکروہ ہے۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا (زیارتِ قبر سے) روکنا ان کے حق میں بدستور
باتی ہے صرف مردوں کو اجازت ملی ہے۔ اس خیال والوں کی دلیل یہ ہے کہ ”زُدُّوْا“
مدیث کا لفظ صیغہ جمع مذکر ہے اس طرح گویا صرف مردوں کو اجازت ملی ہے لیکن یہ دلیل
کمزور ہے۔ ”فتح النان“ میں اس کے ضعف کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ شریعت کی زبان کا
مُثْلُوب یہ ہے کہ مردوں کے اصل ہونے کی وجہ سے یا مردوں کو عورتوں پر غالب کرینے کی
وجہ سے خطاب مردوں کے ساتھ خاص ہوتا ہے۔

یعنی نے بنہاری کی شرح میں لکھا ہے کہ زیارتِ قبر عورتوں کے لئے مکروہ ہے
بلکہ اس زمانہ میں تحریم ہے بالخصوص شہر کی عورتوں کے لئے۔ کیونکہ وہ اس طرح نکلتی ہیں
جس میں فتنہ و فساد کا پورا اندیشہ ہوتا ہے۔ طحاوی نے ”حاشیۃ مراق الفلاح“
میں یہی قول نقل کیا ہے۔

”مطالب السؤمعیۃ“ میں ہے کہ عورتوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے روضۃ الزکر کے سوا کسی قبر کی زیارت کے لئے نہ جائیں۔
محقق خیر الدین دہلوی نے دونوں قولوں کے درمیان مطابقت کی یہ شکل نکالی ہے کہ اگر
ان کی حاضری غم کو ہرا کرنے اور آہ و زاری کی غرض سے ہو تو ناجائز ہے۔ اسی پر حضرت ابن عباس
رضی اللہ عنہ کی حدیث معمول ہے جس میں انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ قبروں پر جانے والی عورتوں
پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زاحرت
القبور (البوداؤد)

قبروں پر جانے والی عورتوں پر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
لعنت فرمائی۔

اور اگر عبرت اور رقت قلب کے بغیر روئے اور بزرگوں کی قبروں سے برکت حاصل کرنے کے لئے ہر قبر پر مٹی عورتوں کے لئے کوئی حرج نہیں اور جوان عورتوں کے لئے مکروہ ہے جس طرح جماعت کے لئے ان کا مسجد جانا مکروہ ہے۔ (ردالمحتار)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث کا ایک اور محل بھی بتایا گیا ہے کہ کثرت سے قبروں پر جانے والی عورتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے جس نے ظاہر ہے کہ کبھی کبھی وقت کی زیارت ممنوع نہ ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ النور کی زیارت کرتیں۔

یہ بھی مروی ہے کہ جب وہ کبھی ضرورت سے مکہ جاتیں تو اپنے بھائی عبدالرحمن کی قبر کی مکہ میں زیارت کرتیں۔ (کشف اصول البزودی)

”خزانة الروایات“ میں ”سراجیہ“ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جنبی اور عائضہ کے لئے زیارت قبور میں کوئی حرج نہیں۔

ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ زیارت قبور بعض برائیوں اور خرابیوں شمار ہوں گا عورتوں کے ساتھ غلط غلط کے سبب ترک نہیں کی جائیں گی۔ اس لئے کہ قبریں اس جیسے سبب سے چھوڑی نہیں جاتیں بلکہ انسان کے لئے ان پر عمل پیرا ہونا اور بدعات کا انکار لازم ہوتا ہے بلکہ اگر ممکن ہو سکے تو ان بدعتوں کا نشانہ ضروری ہوتا ہے۔ (ردالمحتار)

امام غزالی ”احیاء العلوم“ میں رقمطراز ہیں۔ ہر اس شخص سے جس سے اس کی زندگی میں مدد مل جاسکتی ہے اس سے مرنے کے بعد بھی اس سے مدد مل جاسکتی ہے شیخ عبدالمقصد محدث دہلوی نے ”شرح مشکوٰۃ“ میں یہ قول نقل کیا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار دعاؤں کے قبول کرنے کے لئے مجرب تریاق ہے۔

بعض مشائخ سے منقول ہے کہ شیخ معروف کرخی اور حضور غوث اعظم سیدنا و مرشدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اپنی قبروں میں ویسے ہی تعریف کرتے ہیں جیسے اپنی زندگی میں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے برکات سے نفع پہنچائے اور ہمیں ان کے احوال کے مثل نصیب فرمائے۔ آمین۔

مریت کی تعریف کرنا اور اس کا ذکر جمیل کرنا مستحب ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تمہارا ساتھی انتقال کر جائے تو اُسے چھوڑ دو۔ اس کی عیب جوئی نہ کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مردوں کو برا نہ کہو کیونکہ وہ اپنے اعمال تک پہنچ چکے۔ (احیاء العلوم)

ہفتہ میں ایک بار قبروں کی زیارت مستحب ہے
(مختارات النوازل)

زیارت قبروں کے اوقات

”باب الناسک“ کی شرح میں ہے کہ زیارت قبر کے لئے سب سے افضل جمعہ۔

۱۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”اشعۃ السمعات“ جلد اول ص ۱۷۰ میں لکھتے ہیں کہ بعض مشائخ نے فرمایا ہے میں نے ایسے چار اشخاص کو دیکھا۔ وہ یہی حضرات اردو کے نام ذکر نہیں کئے آگے ارشاد فرمایا مقصد صغر نہیں۔ نیز شیخ ابوالعباس حنفی سے نقل فرمایا کہ امدادیت زندہ کی امداد سے قوی ہے۔ اس کا تاہید سید احمد بن مرزوق نے بھی فرمائی ہے۔ نیز عارف باللہ حضرت حامی قدس سرہ نے شیخ ابوالحسن قریشی کا نقل نقل فرمایا کہ میں مشائخ میں چار حضرات کو جانتا ہوں کہ وہ اپنی قبروں میں زندوں کی طرح تعریف کرتے ہیں۔ شیخ معروف کرخی۔ شیخ عبدالقادر جیلانی۔ شیخ عقیل شیبی اور شیخ حیات حلی قدس اللہ اسرارہم (نعمات الانس ص ۱۸۴)

شعبہ، در شعبہ اور جمعرات کے ایام ہیں۔

محمد بن واسع فرماتے ہیں کہ مُردے اپنے پاس آنے والے کو جمعرات، جمعہ اور سنیچر کے دنوں میں جانتے ہیں۔ (بیہقی)

”مجمع البرکات“ میں ہے مُردوں کو جمعہ کے دن معلوم کرنے کی قوت نسبتاً دوسرے دنوں کے زیادہ عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ مُردے اپنے زائرین کو اس دن دوسرے دنوں سے زیادہ پہچانتے ہیں۔

”خزانة الروایات“ میں لکھا ہے زیارتِ قبور جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ بہتر ہے اور سنیچر کے دن طلوعِ آفتاب سے قبل اور جمعرات کو دن کے شروع حصے میں اور لیلولِ بعض دن کے اخیر حصے میں بہتر ہے۔

”مطالب المؤمنین“ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے ”کہ جو شخص اپنے والدین یا ان میں سے کسی کی قبر پر ہر جمعہ کو حاضر ہو تا رہا وہ بخش دیا گیا اور اطاعتِ شمار لکھ دیا گیا“ (روضۃ الصدور) بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں بھی اسی مفہوم کی حدیث مرسلہ روایت کی ہے۔

صاحب ”الخزانة الجلالیة“ رقمطراز ہیں۔ اولاد کے لئے مناسب ہے کہ اپنے والدین کی قبروں پر جمعہ کو حاضر ہوں۔ اور ان دونوں کی قبروں یا ان میں سے کسی کی قبر کے پاس سورہ یسین پڑھیں۔ تو یہ آیت اور ہر حرف کے عوض اس کی بخشش ہوگی۔

بارکاتِ راتوں میں بھی زیارتِ قبر مستحب ہے بالخصوص شبِ برأت میں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شب میں اہل بقیع کی زیارت کی ہے۔

اسی طرح متبرک دنوں میں بھی مستحب ہے مثلاً عشرہ ذوالحجہ، عید الاضحی، عید الفطر، یومِ عاشورہ اور لیلۃ

ایامِ حج میں۔ (غرائب)

زیارتِ قبور کے آداب | جب کوئی شخص زیارتِ قبر کا ارادہ کرے تو اس کے

لئے مجتہد ہے کہ اپنے گھر میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ ہر رکعت میں سورہ ناسحہ اور آیت الکرسی ایک ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور میت کے لئے اس کا ایصال ثواب کرے۔ اس سے اللہ تعالیٰ میت کے پاس اس کی قبر میں ایک نور بھیجا ہے اور اس نمازی کے لئے بہت زیادہ ثواب لکھا ہے پھر یہ شخص قبرستان جائے اور اثنائے راہ بے مقصد کام میں مشغول نہ ہو۔ (مجمع البرکات)

جب قبرستان پہنچ جائے تو یہ کلمات کہے:

اے مسلمانوں تم پر سلام، ہم بھی انشاء اللہ تم سے ملیں گے، میں اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے عافیت کا خواستگار ہوں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَاَرْقُوْمُ مُؤْمِنِیْنَ
وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ
فَاَسْئَلُ اللّٰهَ لِیْ وَلَکُمْ الْعَافِیَۃَ
(شرح النقایۃ۔ لملا علی قاری)

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب کے اخیر حصے میں جنت البقیع تشریف لے جاتے اور فرماتے:

اے مومنو تم پر سلام تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ تم کو ملا کل کا دن (قیامت) تمہارا اجر کے لئے مقرر ہے اور ہم انشاء اللہ تم سے ملیں گے۔ اے اللہ ساکنان البقیع غرقہ کو بخش دے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَاَرْقُوْمُ
مُؤْمِنِیْنَ وَاِنَّا لَمَوْجِدُوْنَ
عَذَابُ مَوْجِلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ
بِکُمْ لَاحِقُوْنَ ؕ اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْ
لَاَهْلِ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ۔

حدیث میں دار کا لفظ زائد ہے یا لازم کے ذکر کی قیاس سے ہے کیونکہ جب حضور صلی اللہ

نے بقیع الغرقہ۔ یہ مدینہ منورہ کا قبرستان ہے بقیع کے معنی درختوں والی زمین غرقہ ایک

تم کے درخت کا نام ہے یہ درخت اس جگہ بکثرت پائے جاتے تھے۔ ۳۸

علیہ وسلم نے گھر کو سلام کیا تو اس میں رہنے والے کو بد بجز اولی سلام ہوگا اس طرح حدیث میں ان شاء اللہ کا ذکر تبرکاً ہے اس لئے کہ مردوں سے منقطع ہے یا مٹنے سے واد کا تین حال میں ملتا ہے۔ اس صورت میں ان شاء اللہ اپنے اصل معنی میں ہوگا (جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو ہم تم سے اچھے حال میں ملیں گے اور تمہیں میں ہم بھی شامل ہوں گے) اور بعض مکتب فقہ میں یہ ہے کہ والسلام علی الموت علیکم السلام کہنے نہ والسلام علیکم یہ اس بنا پر ہے کہ پہلا جملہ مقتضی نہیں کہ اس کا جواب ضرور دیا جائے اور دوسرا جملہ جواب چاہتا ہے، اس کا اعتبار نہیں۔

علامہ شامی نے رد المحتار میں لکھا ہے۔ زیارت کے آداب میں سے یہ ہے کہ السلام علیکم کے الفاظ کے ساتھ ال توہ کو سلام کرے یہی صحیح ہے "علیکم السلام" نہ کہے کیونکہ حدیث میں السلام علیکم کے الفاظ آئے ہیں۔

"مجمع البرکات" میں "الشرعة" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کوئی بھی شخص کسی ایسے شخص کی قبر سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا رہا ہو اور پھر گزرنے والا اس کو سلام کرتا ہے تو بلاشبہ صاحب قبر سلام کرنے والے کو پہچانتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ ابن عبد البر نے "الإستیعاب" میں یہ روایت نقل کی ہے۔

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب گزرنے والا کسی ایسی قبر سے گزرتا ہے جسے وہ جانتا نہیں اور اس کو سلام کرتا ہے تو صاحب قبر اس کو جواب دیتا ہے۔

جب مسلمان اور کفار کی قبریں باہمی مل جلی ہوں تو سلام کے لئے یہ الفاظ ہونے چاہیئے السلام علی من اتبع الهدی (مجمع البرکات) عمار نے فرمایا ہے قبر پر حاضر ہونے والا صاحب قبر کے پائنتی سے آئے اس کے سر ہانے سے آنا ٹھیک نہیں۔ سر ہانے سے آنے کی صورت میں میت کی نظر کو مشقت ہوگی اور پائنتی سے آنے کی

صورت میں یہ بات نہ ہوگی کیونکہ اب وہ صاحب قبر کے سامنے ہوگا۔ جب میت اپنے بازوؤں پر ہوگا تو اس کی نظر اس کے پاؤں کی طرف ہوگی۔ اس کا لحاظ اس وقت ہوگا جب ایسا ممکن ہو۔ ورنہ حدیث سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ بقرہ کا ابتدائی حصہ ایک میت کے سر ہانے اور اس کا اخیر حصہ اس کے پائنتی تلاوت فرمایا۔ (رد المحتار)

قبر سے قریب ولعید ہونے میں معیار دنیاوی زندگی کا حال ہوگا۔ (جامع الرموز)
قبر پر حاضر ہونے والا قبلہ کی طرف پشت کر کے کھڑا ہو۔ (مطالب المؤمنین) اور قہستانی کی تصریح کے بحسب میت کے چہرے کے متقابل ہو۔

رد المحتار میں ہے کہ قبروں کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنا مسنون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت البقیع تشریف لے جانے کے وقت یہی معمول تھا۔ اور اگر کوئی بیٹھے تو اس کے قریب ولعید بیٹھنے کا اعتبار اس کی دنیاوی زندگی کے انداز سے ہوگا (یعنی زندگی میں اس کے جس قدر قریب یا بعید بیٹھا تھا اسی لحاظ سے اب بھی بیٹھے)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔ میں اپنے حجرے میں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اپنے کپڑے اتارے ہوئے داخل ہوتی اور اپنے جی میں کہتی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے شوہر اور وہ میرے والد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی تو ہیں۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حجرے میں مدفن ہوئے تو اللہ کی قسم میں اس میں اس طرح کبھی داخل نہ ہوتی بلکہ اب جب بھی حجرے میں آتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے اپنے پڑے کپڑے زیب تن کئے ہوتی۔

مرقات میں منقول ہے کہ طیبی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردہ کا احترام اس کی زندگی کی طرح ہونا چاہیے۔
زار کے لئے مستحب ہے کہ اپنی استطاعت بھر پڑھے مثلاً سورہ فاتحہ، سورہ بقرہ

کی ابتدائی آیتیں مفلحون تک آیۃ الکرسی اور امان الرسول انجیر تک سورہ یسین
تبارک الذی سورہ نکاتر، سورہ انعام گیارہ بار یا سات بار یا تین بار اہم محمد علی پھر یہ کہے
اے اللہ جو کچھ میں نے پڑھا اس کا ثواب فلاں کو یا فلاں فلاں کو پہنچا۔ یہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ
کی رائے ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک قبرستانوں میں قبر کے پاس قرآن پڑھنا مکروہ
ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مختلف احادیث کے وارد ہونے کی وجہ سے
مستحب ہے۔ صدر الشہید نے فرمایا ہے کہ ہمارے مشائخ نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول
اعتیار کیا ہے (مطالع البرہین)

شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل سے منقول ہے کہ قبرستانوں میں قرآن زور سے پڑھنا
مکروہ ہے (مجمع البرکات)

شیخ ابو بکر محمد بن ابراہیم سے منقول ہے انہوں نے فرمایا کہ قبر پر حاضر ہونے والا
قبرستانوں میں آواز یا بغیر آواز سورۃ تک پڑھے لیکن اس کے علاوہ کچھ اور نہ پڑھے اس لئے کہ
اس سورہ کے پڑھنے کا حکم حدیث میں آیا ہے (مطالع البرہین)

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ لوگوں کا قبر کے گرد بیٹھنا اور ان کا قرآن پڑھنا مکروہ ہے۔
فتح القدیر میں ہے کہ قبر کے پاس بیٹھ کر پڑھنے کے سلسلے میں اختلاف ہے متنازع
یہ ہے کہ مکروہ نہیں۔ (در مختار)

۱۱۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایصالِ ثواب کے لئے ایصالِ ثواب کی نیت کے ساتھ ساتھ زبان
سے بھی کہنا بہتر ہے۔ ۱۲۔

۱۳۔ غالباً اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ اگر قبرستان میں متعدد لوگ فاتحہ پڑھ رہے ہوں یا کسی کام میں
مصروف ہوں تو بلند آواز سے نہ پڑھے اور اگر تنہا ہو تو سیرے خیال میں بلند آواز سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ
میت کو اس سے مزید اُنس حاصل ہوگا۔ اس تفصیل میں سورہ تک اور جمیع قرآن ایک حکم رکھتا ہے۔

”خزانۃ الزیارت“ میں مناجات السائل سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے ”شخص کسی مومن کی قبر پر حاضر ہوا اور یہ دعا رک۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَآلِیْہِ اَوْثَیْنَ لَا تُعَذِّبْ ہَذَا السَّیِّئَۃَ۔ تو اللہ تعالیٰ صاحب قبر سے قیامت تک کے لئے عذاب دفع فرمادیتا ہے۔

”غرائب“ میں ہے جس شخص نے اپنے والدین کی قبر پر ایک بار سورہ فاتحہ اور سات بار قل هو اللہ احد پڑھا اللہ تعالیٰ ان دونوں کی قبروں کو ۳۲ روز قیامت سے محفوظ رکھے گا۔

”رژا المختار“ میں ہے ابن حجر مکی سے پوچھا گیا کہ اگر کسی نے پورے اہل قبرستان کے لئے فاتحہ پڑھی تو کیا اس کا ثواب ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا یا ان میں سے ہر شخص کو اس کا پورا پورا ثواب ملے گا۔ قرآنہوں نے جواب دیا کہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے پورا پورا ثواب ملنے پر فتویٰ دیا ہے اور یہی اللہ کے وسیع فضل و کرم کے لائق بھی ہے۔

”مطالب المؤمنین“ میں ہے گلاب اور دوسرے پھولوں کی قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔

سنہ اس کی اصل یہ حدیث ہے ”حضرت علیؑ علیہ السلام دو قبروں سے گزرے اور ارشاد فرمایا کہ ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے اور کسی دلی بات پر عذاب نہیں ہو رہا ہے ایک پیشاب سے پتہ نہیں تھا۔ دوسرا چنلی کھانا کھانے پر مجبور کی ایک گیلی شاخ لی اور اسے اُس سے آدھ بھاڑا اور دونوں قبروں پر گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا حضور نے ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا۔ امید ہے کہ جب تک یہ سوکھیں گی نہیں ان کے عذاب میں تخفیف ہے گی۔“ (بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۱۱۱)۔ اسی حدیث کے پیش نظر حضرت بڑی اعلیٰ مقامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر کھجور کی شاخیں رکھی جائیں۔ (بخاری ص ۱۱۱) شیعہ ائمہ میں شیخ عتیق دہلوی لکھتے ہیں اسی حدیث سے سبزہ از گلاب اور دوسرے پھولوں کے قبروں پر رکھنے کے اہتمام پر استدلال کیا گیا ہے۔ (ص ۱۱۱) — اور علامہ قاری نے اس حدیث کے تحت ”

یہ نیکو جب تک پھول تر ہیں گے۔ تسبیح کرتے رہیں گے اور میت کو ان کی تسبیح سے اُنس حاصل ہوگا۔ اور اگر پھول کی تیرت کا مدد کر دیا جائے تو اور بہتر ہے (مجمع البرکات)

”مطالب الزینین“ میں مرقوم ہے۔ زائر اپنا داہنا ہاتھ میت کی قبر پر رکھے اور یہ دُعا کرے،

اَللّٰهُمَّ اَخْفِ فَنَاتَكَ قَدْ
اَفْتَقَرْنَا اِلَيْكَ۔

اے اللہ۔ تو بخش دے اس لئے کہ وہ
تیرا ہی محتاج ہے۔

”تینہ“ میں ہے کہ ہاتھ کا قبر پر رکھنا زہم سنت جلتے ہیں اور نہ مستحب اور نہ ہی اس میں کوئی حرج سمجھتے ہیں۔ جارا اللہ سے منقول ہے کہ مکہ کے مشائخ اس کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کا طریقہ ہے اور ”احیاء العلوم“ میں ہے کہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے اور شرف الامر نے کہا ہے کہ یہ بدعت ہے۔ (مجمع البرکات)

قبرستان میں نامناسب اُمور

قبر کے پاس وہ تمام اُمور جو سنت سے ثابت نہیں مکر وہ ہیں۔ قبر کی زیارت اور اس کے پاس کھڑے ہو کر دُعا کرنا صرف سنت سے ثابت ہے۔ (البحر الرائق) ہاں دُعا سے مراد وہ تمام ذکر خیر ہیں جو زائر اور اہل قبر کے لئے نفع بخش ہوں۔

۴ ”مرقات“ میں لکھا ہے کہ علماء نے اس حدیث سے استدلال فرمایا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ قرآن مجید کی تلاوت کجور کی شاخ کی تسبیح سے افضل ہے۔ علامہ طہارمی ”حاشیہ مرقاۃ الفلاح“ میں شرح مشکوٰۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔ متاخرین اگر احناف نے فتویٰ دیا ہے کہ قبروں پر پھول کجور کی شاخ رکھنے کا جو رواج ہے اس کا سنت جو نا اس حدیث سے ثابت ہے اور جب شاخ کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف مترقب ہے تو قرآن کی تلاوت خیر و برکت میں کہیں زیادہ بڑھ کر ہے (مثلاً) اسی کے قریب قریب شامی جلد اول میں بھی ہے۔ ۱۱ (مترجم)

زمانہ جاہلیت کے لوگ قبر کے پاس گائے یا بکری ذبح کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ ارشاد ہے: —————

لا تعرقی الاسلام (ابوداؤد) | (قبر کے پاس) ذبح کرنا اسلام میں نہیں۔
قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ ابوداؤد نے ابوہریرہ رضی سے روایت کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: —————

لا تجلسوا علی القبر | تم قبروں پر نہ بیٹھو۔
ایک دوسری حدیث ہے: —————

لان یجلس احدکم علی
جمرة نثرق شياہ فتخلص
الجلدہ خیر لہ من ان یجلس
علی قبرہ۔ (رواہ مسلم)
یقیناً تم میں سے کسی کا ایسے انگڑے پر
بیٹھنا جو اس کے کپڑے جلانے پھر اس کی
جلد تک پہنچ جائے یہ کسی مسلمان کی قبر پر
بیٹھنے سے بہتر ہے۔

امام مالک اور طحاوی نے فرمایا ہے کہ قبر پر جو بیٹھنا ممنوع ہے اس سے مراد قضاے حاجت پیشاب و پاخانہ کے لئے بیٹھنا ہے۔ (شرح النکاح)
اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے بیٹھنا منع میں داخل نہیں۔ طحاوی نے لکھا ہے کہ
امام اعظم اور امام البرکیف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی قول ہے۔
سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما قبروں پر بیٹھتے تھے (معانی الآثار از طحاوی)

۱۔ ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ صاحب قبر اپنی زندگی میں مہانوں کے لئے جانور ذبح کرتا تھا تو ہم
اس کے بدلے میں قبر پر جانور ذبح کر کے کھلاتیں۔ (نصاب)
ان کا مقصد ایصال ثواب نہیں ہوتا تھا بلکہ صرف نام آوری اور اشتہار لیکن اگر کوئی ایصال ثواب
کے لئے جانور ذبح کرے وہ کافرت میں داخل نہیں۔ (مترجم)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ”موطأ“ میں روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبروں سے تنکیر لگاتے اور ان پر لیٹتے تھے۔ موطأ اسی نے ”حاشیہ مراقی الفلاح“ میں بھی یہی لکھا ہے۔

”نور الایضاح“ میں ہے کہ قبر پر بلا مقصد بیٹھنا مکروہ ہے۔ اگر پڑھنے کے مقصد سے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (رد المحتار)

قبر پر نماز پڑھنا یا اس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ حدیث میں اس سے روکا گیا ہے۔ (رد المحتار)

ابوداؤد نے ابویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَاتَلَ اللَّهُ الْيَهُودَ اتَّخَذُوا قُبُورَ	اللَّهُ تَعَالَى يَهُودُ كَمَا رُؤَالَهُ
أَنْبِيََاءِهِمْ مَسَاجِدَ.	أَنْبِيَاءُ كِ قُبُورِ كِ مَسْجِدِ بِنَائِهِ.

یعنی نماز کا قبو بنایا جن کی طرف وہ نماز میں رُخ کرتے تھے یا ان قبروں پر مسجدیں بنائیں جن میں وہ نماز پڑھتے ہیں۔ (فتح الورد)

لیکن کسی نبی یا ولی کے مزار کے قریب مسجد بنانا اس مسجد میں مزار کے قریب نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ نماز سے قبر کی تعظیم اور نماز میں قبر کی طرف رُخ نہ ہو۔ بلکہ مقصود یہ ہو کہ صاحب قبر سے مدد حاصل ہو ان کی روح پاک کی برکت سے عبادت کی تکمیل ہو۔

(شرح مشکوٰۃ از شیخ محمد رفیع)

قبر پر نیک لگانا مکروہ ہے۔ (مطالب المؤمنین)

لاعلی قاری نے ”موطأ امام محمد“ کی شرح میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک قبر پر ٹیک لگائے دیکھا تو فرمایا تم صاحب قبر کو تکلیف نہ پہونچاؤ۔ (نہایہ)

قبر پر سونا مکروہ ہے۔ (الاختیار شرح المحتار)

قبر کے پاس سونا اور اس پر پیشاب و پاؤ نماز کرنا مکروہ ہے (شرح نقایہ، ملا عاتق تارقی)

بلکہ اس کے قریب بھی یہ سب کرنا مکروہ ہے (مراقی الفلاح)

قبر کا جتنے یا پاؤں سے پامال کرنا مکروہ ہے۔ (مطالب المؤمنین)

اس سے یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ جس شخص کے اعزہ و اقارب کے اُس پاس بہت سے لوگ مدفون ہوں اس کو ان کی قبروں کو پامال کر کے اپنے عزیز کی قبر تک نہ جانا چاہیے۔

”خزانة الفتاویٰ“ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ قبر پر ہر کسی ضرورت چلا نہیں جاسکتا۔ اور قبر کی زیارت دور ہی سے کی جائے گی۔ (رد المحتار)

طحاوی نے ”حاشیہ مراقی الفلاح“ میں شرح مشکوٰۃ کے حوالہ سے لکھا ہے۔ قبر پر میت دفن کرنے کے لئے یا کسی اور ضرورت کے پیش نظر چلنا مکروہ نہیں۔ ”السراج“ میں ہے کہ اے اس راستہ کے جو قبر پر ہو کر گزرتا ہے اگر کوئی راستہ نہ ہو تو ضرورتاً اس راستہ پر چلنا جائز ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے اگر کوئی شخص اہل قبور کے لئے قرآن پڑھتا ہوا، تسبیح کرتا ہوا یا ان کے لئے دعا کرتا ہو قبروں پر چلے تو اس میں کوئی حرج نہ۔ (فتہ تانی)

اگر گزرنے والے کو قبرستانوں میں کوئی ایسا راستہ مل گیا ہے جسے وہ مقبرہ کا نیا راستہ خیال کر لیا ہو اس کو اس راستہ پر نہ چلنا چاہیے اور اگر اس کے دل میں یہ خیال نہ گزرے تو اس پر چلنے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

قبرستانوں میں جو تہ نکال کر ننگے پاؤں جانا مستحب ہے (خزانة الروایات) بعض کا خیال ہے کہ قبرستانوں میں جو تہ پہن کر چلنا مکروہ ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ قبرستانوں میں مونے پہن کر جاتے تھے، اور موزے اور جو تے کا فرق واضح ہے (فتح المنان)

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ قبرستانوں میں جو تہ پہن کر چلنا ہر گز نزدیک مکروہ نہیں۔ ”السراج الراجح“ میں بھی یہی لکھا ہے۔

علامہ قاری نے ”شرح النکاح“ میں لکھا ہے بعض مشائخ کے نزدیک قبرستانوں میں ننگے پاؤں چلنا مستحب ہے۔ گو اس سلسلے میں کوئی روایت موجود نہیں۔ بلکہ اس حدیث

سے کہ فرمایا گیا۔ میت لوگوں کے جو توں کی آواز سنتا ہے۔ پتہ چلتا ہے کہ لوگ مرنے جوتے
یہن کہ قبرستان میں جاتے تھے۔

طحاوی نے "معانی الآثار" میں لکھا ہے کہ قبروں پر جو تہ پہن کر چلنا بدرجہ اولیٰ مکروہ
ہرگا۔ امام ابوحنیفہ اور امام یوسف کا یہی قول ہے۔

طحاوی "شرح السنی" سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ قبر پر ہاتھ رکھنا
مکروہ ہے۔ بخاری کے فقہاء سے منقول ہے کہ قبر پر حاضر ہونے والے کو قبر کا زبور لینا چاہیے
اور نہ چھونا چاہیے۔ اس لئے کہ یہ نصاریٰ کا طریقہ ہے۔

زعفرانی نے لکھا ہے کہ زائر اپنے ہاتھ سے نہ قبر چھوئے اور نہ اس کا بوسہ دے بزیہ
لکھا ہے کہ یہی طریقہ چلا آ رہا ہے۔ اور عوام جس کے اس وقت مرتکب ہوتے ہیں وہ شرعاً
بعثتِ سیئہ میں سے ہے۔ "مجمع البرکات" میں بھی ہدایہ کی "شرح معنی" سے نقل کرتے
ہوئے یہی لکھا ہے۔

"مطالب التوہین" میں ہے کہ اپنے والدین کی قبروں کا بوسہ دینے میں کوئی حرج نہیں
اس کی وجہ "کنایۃ الشعبی" میں منقول یہ روایت ہے۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جنت کے دروازہ
کی چوکھٹ اور حسین آنکھوں والی حور کا بوسہ لینے کی قسم کھائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
حکم فرمایا کہ وہ اپنی والدہ کے پاؤں اور اپنے والد کی پیشانی کا بوسہ لے لے۔ اور مروی ہے کہ
اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر میرے والدین موجود نہ ہوں تو ارشاد فرمایا۔ ان کی
قبر کا بوسہ لے لو۔ اس نے کہا اگر ان کی قبر کی شناخت مجھ سے نہ ہو سکے تو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم دو نکیریں کھینچ لو اور یہ نیت کر لو کہ ان میں ایک ماں کی
قبر ہے اور دوسری والد کی قبر۔ اور پھر جوم لو۔ تمہاری قسم نہ ٹوٹے گی۔ (مغفرۃ الذنوب
فی زیارۃ القبور)

شیخ محدث دہلوی "مدارج النبوة" میں رقم طراز ہیں۔

دورِ بوسہ وادان قبر والدین روایتِ نقہی نقل می کنند صحیح آنت کہ لایکوز است۔
والدین کی قبر کا بوسہ لینے کے سلسلے میں لوگ نقہی روایت نقل کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں۔

علامہ قاری نے "شرح عین العلم" میں لکھا ہے۔ قبر، تابوت اور قبر کی دیوار چھوئی نہ جائے۔ اس لئے کہ روضۃ الزر سے متعلق اس طرح کے کام سے جب روکا گیا ہے تو عوام کی قبر کے ساتھ یہ بدرجہ اولیٰ ممنوع ہوگا۔ اور نہ ہی ان کا بوسہ لیا جائے اس لئے کہ بوسہ چھونے سے بڑھ کر نفل ہے۔ اس طرح اس سے منع بھی بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ بوسہ صرف حجر اسود، انبیاء کرام، علماء اور بزرگوں کے ہاتھوں کا لیا جانا چاہیے۔

"مجمع البرکات" میں ہے کہ زائر کسی بزرگ کی قبر کا تین بار طواف کر سکتا ہے لیکن اس قول کا اعتبار نہیں۔

علامہ قاری "شرح ثواب الناسک" میں لکھا ہے کوئی شخص روضۃ الزر کے گرد طواف نہ کرے۔ کیونکہ طواف کعبہ مکرمہ کی خصوصیات سے ہے اس لئے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء رحمۃ اللہ علیہم کے مزارات کا طواف حرام ہوگا۔

قبروں کا سجدہ کرنا، ان کے لئے جھکن اور ان کے سامنے از روئے تعظیم کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ (مجمع البرکات)

لے آداب زیارت کے عنوان میں "رد المحتار" کے حوالہ سے ایسی گندراک قبر پکھڑے ہو کر دعا کرنا سنت

ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف میں کیا کرتے تھے اور یہی عام کتب فقہ میں ہے مرقا الفلاح میں ہے

کھڑے ہو کر زیارت قبر کرنا اور وہاں دعا کرنا سنت

ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع شریف میں

جانے کے بعد کیا کرتے تھے م

والسنة زیارتھا قائما والستعلو عندھا

تأشہا کما کان یفعل رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم فی الخروج الی البقیع

خزانۃ الروایات میں ”فتاویٰ کبریٰ“ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ قبروں پر آگ
 ہوئی گھاس کا نٹایا اگر تر ہو تو اس کا اکھیرا مکروہ ہے اور اگر خشک ہو تو حرج نہیں اس لئے کہ جب
 تک وہ تر رہیں گی تبیح کرتے رہیں گی اور میت کو ان کی تبیح سے انس حاصل ہوتا ہے گا۔
 قبروں پر چراغ جلانا کسی ضرورت یا کسی اور نفع کے مقصد ہی سے درست ہے
 ورنہ مکروہ ہے۔

ردالمحتار میں ہے کہ ”الاحکام“ میں ”الحجۃ“ سے منقول ہے قبروں پر پڑے
 ڈالنا مکروہ ہے۔

م مطحادی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں احیاء العلوم سے نقل فرمایا ہے۔

المتحجب فی زیارة القبور آن یقف مستدبر القبلة مستقبلاً وجه المیت	زیارت قبر میں مستحجب یہ ہے کہ قبو کی طرف پشت کر کے اور میت کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو۔ ص ۲۰۶
--	---

ظاہر ہے کہ یہ کھڑا ہونا بنیت قرین نہیں ہوگا خصوصاً جبکہ قبر کسی نبی یا ولی کی ہو اس لئے کہ بنیت قرین
 کھڑے ہونے سے ایمان ہی زحمت ہو جائے گا۔ بلکہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے مزارات پر کھڑا ہونا بنیت تعظیم
 ہی ہوگا۔ اگر تعظیم کر لیا جائے کہ بنیت تعظیم کھڑے ہو کر زیارت قبر کرنا مکروہ ہے تو انبیاء کرام اور اولیاء عظام
 کے مزارات کی زیارت کا مسنون طریقہ کیا ہوگا؟ اس لئے صحیح یہی ہے کہ قبر پر بنیت تعظیم کھڑا ہونا ممنوع نہیں
 اور ناس میں آدنیٰ کراہت ہے۔ ۱۲

۱۳ مثلاً قبر مراد ہے اس زیست چراغ جلایا کہ اسے کوئی یا مال نہ کرے یا وہاں زائرین ہیں جو چراغ کی روشنی میں
 تلاوت یا دیگر اوراد پڑھ رہے ہیں یا قبر کسی نبی یا ولی کی ہے اس مقصد سے چراغ جلایا کہ لوگ پہنچیں اور فیض و
 برکت حاصل کریں ۱۴ الحدیثۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ از علامہ عبد الغنی نابلسی

۱۵ یہ عام مومنین کی قبروں کا حکم ہے۔ انبیاء و اولیاء کے مزارات پر پڑے اور چادریں ڈالنا مکروہ نہیں۔
 (کشف النور عن اصحاب القبور از علامہ نابلسی اور ”العقود الدریۃ“ از علامہ شامی)

جب میت گل کر مٹی ہر جائے قبر پر کھیتی اور عمارت بنانا اور اس کے اوپر چلنا جائز ہے۔ (رد المحتار)

۱۔ علامہ شامی نے شرع کفر سے ۷ امر ذیلی کا یہ قول نقل کیا ہے اور اسی کے معابہد لکھتے ہیں:

”امدادہ میں فرمایا تا آرمانیہ میں اس کے خلاف ہے وہ کہ جب میت قبر میں مٹی ہو جائے تب بھی اس کی قبر میں کسی کو دفن کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ اس کی حرمت و تعظیم اب بھی باقی ہے۔“

قال فی الامدادہ بخالفہ ما فی التاتارخانیۃ اذا صار المیت تُراباً فی القبر یشککہ دفن غیرہ فی قبرہ لان الحرمة باقیۃ (رد المحتار ج اول صفحہ ۵۹۶)

اس طرح صاحب ”امداد الفتاح“ علامہ شرنبلالی نے اس معارض روایت سے ذیلی کے قول کا رد کر دیا ہے۔

قادیانی عالمگیری میں ہے:

قبر پر مکان بنانا یا میٹھنا یا سونا یا اس کو پامال کرنا مکروہ ہے۔

یشککہ ان یتبنی علی القبر او یقعہ او ینام او یطأ علیہ (ج اول صفحہ ۵۹۶)

خود علامہ شامی حاشیہ در مختار میں اس کی دلیل پیش کرتے ہوئے راقم ہیں:

اس لئے کہ جس سے زندقہ کو اذیت ہوتی ہے اس سے مردوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

لان المیت یتأذى بما یتأذى سبہ الحق۔

ذیلی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس حکم کی تصریح روایت کی ہے۔ مرد و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میت کو جس بات سے گھر میں ایذا ہوتی ہے قبر میں بھی اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ ۲

المیت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ۔

”بران شرح مواہب الرحمن“ میں ہے قبر پر زینت کے لئے عمارت بنانا حرام ہے اور بعد دفن قبر کا مستحکم کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے کہ عمارت راہِ آشکھیلے ہوتی ہے اور قبر ناکاہ ہے

۴ ابن ابی شیبہ نے اپنی تصنیف میں سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

أَذَى الْمُؤْمِنِ فِي مَوْتِهِ كَأَذَى
فِي حَيَاتِهِ۔

مسلمان کو بعد موت ایذا دینا ایسی بات ہے جیسے
زندگی میں اس کو تکلیف پہنچائی۔

اور بلاشبہ پرانے مقبرہ یا قدیم قبر پر مکان بنانا یا کھیتی کرنا باعثِ قرین اور موجبِ ایذا رہے۔
اس لئے جائز نہیں۔ شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

فایملاہ عکاس کہ قبر پر تکیہ لگانے
سے اس کا روح منحرف اور نالارض ہوتی ہے اس
وجہ سے کہ اس میں اہانت اور استخفاف
کا پہلو ہے۔

شاید کہ مراد آنست کہ روح سے ناخوش
میدارد و راضی نیست۔ تکیہ کردن بر قبر سے
از جهت تضمن اہانت و استخفاف را بوس
رشتۃ الممعات جلد اول ص ۱۱۹

جب قبر پر تکیہ لگانے سے اہل قبر کی اہانت و تذلیل ہو سکتی ہے تو اس پر کھیتی کرنا اور مکان بنانے
میں بدرجہ اولیٰ قرین ہوگا۔ فتاویٰ مالکیہ کی دوسری جلد میں ہے:

سُئِلَ هُوَ (الامام شمس الاندلس محمد
الاذہر جندی) عَنِ الْمُقْبِرَةِ فِي الْقَرْيِ
إِذَا أُتْدِرِسَتْ وَلَمْ يَنْتَقِ بِهَا اِثْرُ الْوَقْفِ
لَا الْعَظْمِ وَلَا فَيُؤْذِرُ زَرْعُهَا وَ
اسْتَغْلَا لَهَا قَالُوا لَا وَلَهَا حُكْمُ الْقَبْرِ
كَذَا فِي الْحَيْطِ (جبد ثانی ص ۱۸)

امام شمس الاندلس محمد اذہر جندی سے گاؤں کے
قبرستان کے بلے میں پوچھا گیا جب مٹ جائے
اور اس میں مردوں کا اثر باقی نہ رہے نہ ہڈی اور نہ کچھ اور
کیا اس مقبرہ پر کھیتی کرنا اور اس کو کام میں لانا جائز
ہے انہوں نے کہا نہیں اس کا قبرستان ہی کا حکم
ہے محیط میں اسی طرح ہے۔

۵ یہ حکم بھی عام مومنین کے لئے ہے اور مقصود جبکہ صرف زینت اور تفاخر جو غرضِ صحیح ۴

ایسی جگہ دفن کرنا مکروہ نہیں جہاں پہلے سے عمارت بنی ہوئی ہو۔ اس لئے کہ میت کے بغیر حقیقت میں وہ قبر نہیں۔

”در مختار“ میں ہے قبر پر عمارت نہ بنائی جائے۔ اگر زینت کے لئے ہو تو حرام اور اگر دفن کے بعد قبر کی مضبوطی اور پائیداری کے لئے ہو تو مکروہ ہے۔ رہا دفن سے پہلے تو سرے سے وہ قبر ہی نہیں۔ (إسداد و رد المحتار)

۴ کے لئے اربابِ علم اور شائخ کے مزارات پر تہذیب و غیرہ بنانا بلاشبہ جائز ہے۔

(”مجمع بحار الانوار“ جلد ثالث ص ۱۸۱ میں ہے)
بیشک سلف نے اہل فضل و اولیاء اور
علماء کے مزارات طیبہ پر عمارت بنانے
کو مباح فرمایا ہے تاکہ لوگ ان کی زیارت
کریں اور عمارت میں آرام پائیں۔

قَدْ أَبَاحَ السَّلَفُ الْبِنَاءَ عَلَى
قُبُورِ الْفُضَلَاءِ الْأَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ
لِيُزَوِّدَهُمُ النَّاسُ وَلِيُتَرَجَّحُوا
فِيهِ۔

جو اہلِ اخلاص میں ہے :

یہ اگرچہ نئی چیز ہے مگر بدعتِ حسنہ
ہے اور بہت سی چیزیں ہیں جو نئی پیدا
ہوئیں اور بدعتِ حسنہ ہیں اور بہت سے
احکام زمانے اور جگہ کی تبدیل سے بدل
جاتے ہیں۔

هُوَ إِنْ كَانَ أَحَدًا فَهُوَ
بِدْعَةً حَسَنَةً وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ
كَانَ أَحَدًا وَهُوَ بِدْعَةٌ
حَسَنَةً وَكَمْ مِنْ شَيْءٍ مُخْتَلَفٍ
بِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ

علامہ شامی رد المحتار میں ایک قول نقل فرماتے ہیں :

قبر پر عمارت بنانا جبکہ صاحبِ قبر شائخِ علم
اور سادات سے ہوں مکروہ نہیں۔

لَا يَكُوهُ الْبِنَاءُ إِذَا كَانَ الْبَيْتُ مِنَ الشَّائِخِ
وَالْعُلَمَاءِ وَالسَّادَاتِ (جلد اول ص ۶۰)

شاید یہی اس حدیث کا محمل ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت بنانے سے منع فرمایا ہے (یعنی جبکہ زینت اور استحکام کے لئے ہو دوسرے فائدہ کے لئے نہ ہو) شیخ دہلوی نے "مدارج" میں "مطالب المؤمنین" سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسلاف نے مشہور علماء اور مشائخ کی قبروں پر قبہ بنانا جائز قرار دیا ہے اس سے زائرین کو آرام ملے گا اور اس کے سائے میں وہ بیٹھیں گے (مناہج شرح الصالح) اس کو اسمعیل زاہد نے بھی جو مشہور فقہاء میں ہیں جائز قرار دیا ہے۔

"مجمع الأنهر شرح مفتی الأنحہ" میں لکھا ہے کہ محمد بن حنفیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ پڑھائی، چار بجیریں کہیں ان کو قبہ کی طرف سے داخل کیا اور ان کی قبر پر تین دن تک خیمہ نصب رکھا۔ ظاہر ہے کہ خیمہ کا نصب کرنا تلاوت وغیرہ ہی کے مقصد سے تھا۔ قبر پر کچھ پتھر رکھ دیئے جائیں یا قبر پر کچھ لکھ دیا جائے اس میں بعض کے نزدیک کوئی حرج نہیں (ظہیریہ)

"البحر الرائق" میں ہے کہ حدیث میں لکھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی پر عمل و اعتماد کرنا چاہیے لیکن "محیط" میں اس کی تفصیل یہ کی گئی ہے۔ اگر لکھنا اس مقصد کے لئے ہے کہ نشان باقی رہے اور قبر کی اہانت نہ کی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ بلا ضرورت نہ لکھنا چاہیے۔

زیارت قبور کے لئے سفر

زیارت قبور کے لئے سفر کیا مستحب ہے؟

جس طرح علیہ السلام کی زیارت اور غوث اعظم تیدنا و مرشدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی زیارت کے لئے بغداد کا سفر حضرت شیخ معین الدین چشتی کی زیارت کے لئے اجمیر کا سفر اور ان کے علاوہ دوسرے بزرگوں کی زیارت کے لئے سفر کا رواج ہے۔ بعض شافعیہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے سوا کسی اور کا سفر ممنوع قرار دیا ہے۔

یہ حضرات مساجد ثلاثہ کے علاوہ کسی اور کے لئے سفر کی جو ممانعت آئی ہے اسی بنا پر زیارت قبور کے سفر کو قیاس کرتے ہیں۔

امام غزالی نے اس رائے کا فرق کی وضاحت کے ساتھ رد کیا ہے۔ اس طرح کہ ان تینوں مسجدوں (مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبوی) کے علاوہ سب مسجدیں فیصلت میں برابر ہیں۔ اس لئے ان کا سفر کرنا بے فائدہ ہے۔ اولیاء کرام کی بات دیگر ہے وہ اللہ سے قرب اور زائرین کو نفع پہنچانے میں اپنے مصارف و اسرار کے اعتبار سے باہمی فرق رکھتے ہیں۔ (رد المحتار)

ابو محمد شافعی، قاضی عیاض مالکی اور قاضی حمین سے نقل کرتے ہیں کہ بزرگوں کی قبروں اور دوسرے مقامات مقدسہ کی زیارت کے ارادے سے سفر کو ناجواہم ہے۔ یہ لوگ ظاہر حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی نقل کئے ہیں۔

<p>قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تشد الرحال الا الى ثلاث معاقد المسجد الحرام ومسجد الرسول ومسجد الاقصی</p>	<p>رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین مسجدوں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ کسی اور کا سفر نہ کیا جائے۔</p>
--	---

حدیث کا لفظ لا تشد نہیں کے معنی میں ہے یعنی ان مسجدوں کے علاوہ کسی اور کے لئے رخصت سفر نہ باندھو۔

لیکن اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اس مسلک کے باطل ہونے کا قطعاً قطعی نے شرح بخاری میں اور ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں اور امام نووی نے اس کے غلط ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔

اور یہ تو ہونا بھی چاہیے اس طرح کہ زیارت قبر کا حکم مطلقاً واقع ہوا ہے اور

رسول فقہ کے مقررہ ضابطہ کے مطابق مطلق اپنے الملاق پر جاری ہوگا اس لئے زیارت قبور جائز ہوگی خواہ قبر قریب ہو یا بعید مسافت سفر کے بقدر ہو یا اس سے کم۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ابن ماجہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

كُنْتُ سَهَنِيَّتِكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ
فَزِدْهَا فَإِنَّهَا تَزِيدُ فِي الدُّنْيَا
وَتَزِيدُ فِي الْآخِرَةِ۔

میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا
تو اب تم ان کی زیارت کرو اس لئے کہ یہ
”قبریں“ دنیا سے بے رغبت کرتی اور
آخرت کو یاد دلاتی ہیں۔

امام غزال رحمۃ اللہ علیہ نے ”احیاء العلوم“ میں لکھا ہے مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ ”شد
رحال“ سے استدلال کرنے والے انبیاء کرام حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت یحییٰ
علیہم السلام کے مزارات کی زیارت سے کیونکر روکتا ہے اس سے منع کرنا بالکل محال ہے
اور جب انبیاء کرام علیہم السلام کے مزارات کی زیارت جائز قرار پائی تو اولیاء، علماء اور بزرگوں
کے مزارات بھی انہیں کے حکم میں ہیں۔

علماء کی زندگی میں جس طرح ان سے ملاقات ایک مستقل مقصد سفر ہوا کرتی ہے اسی
طرح ان کے مزارات کی زیارت بھی ایک مستقل مقصد سفر ہو سکتی ہے اس میں اعتقاد نہیں۔
حدیث شد رحال کا جواب ضابطے سے یہ ہے کہ مستثنیٰ اس میں مٹنغ ہے اس میں مستثنیٰ
منہ کی تقدیر لازمی ہے اور وہ مسجد ہے تقدیر عبارت یہ ہوگی۔

لا تشد الرحال الى مسجد الا
الى ثلثة مساجد۔

تین مسجدوں کے علاوہ کسی اور مسجد کا سفر
نہیں کیا جائے گا۔

جمہور محدثین اور بخاری و مسلم کے شارحین جیسے علامہ عینی، علامہ قسطلانی، حافظ ابن حجر
امام نووی، فقہائے حنفیہ اور شافعیہ نے اس تقدیر کو تسلیم کیا ہے۔

مسجد ہی مستثنیٰ منہ کیوں ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ استثناء مفرغ میں مستثنیٰ منہ کے لئے ضروری ہے کہ مستثنیٰ سے قریب تر اور مناسب ہو۔ قواعد میں تھوڑی سی سمجھ بوجھ رکھنے والا اس قاعدہ سے واقف ہوتا ہے۔

اسی لئے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "الجامع" میں تحریر فرمایا ہے کہ اس عبارت "إِنْ كَانَ فِي الدَّارِ زَيْدٌ فَعَبْدِي حُرٌّ" میں مستثنیٰ منہ بنو آدم ہوگا۔ گویا کہنے والے نے یہ کہا "إِنْ كَانَ فِي الدَّارِ أَحَدٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ فَكَذَا" یعنی گھر میں بنی آدم میں سے کوئی ہو تو میرا غلام آزاد۔ اس طرح چوپایہ اور اس کے اندر سامان پائے جانے سے اس کی قائل حاش نہ ہوگا۔ فخر الاسلام بزوی وغیرہ نے اسے نقل کیا ہے۔

امام بخاری نے ایک باب باندھا "فَضْلُ الصَّلَاةِ بِمَسْجِدِ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ" اور اس میں یہ حدیث (لَا تَشَدُّ الرِّحَالُ) روایت کی، یہ اس بات کی کامل دلیل ہوگئی کہ ان مساجد شریفہ کے اندر نماز نسبتاً دوسری مسجدوں کے غیر معمولی فضیلت رکھتی ہے۔ جس کا مدعا یہ ہے کہ دنیا کی کسی مسجد کا نماز کے چند گونہ ہزار گونہ ثواب کے مقصد سے سفر کرنا خواہ مسجد تبار، مسجد خیف اور پہلی کی مساجد اولیاء ہی کیوں نہ ہوں ممنوع ہے صرف انہیں تینوں مسجدوں کا سفر کیا جاسکتا ہے جس کے بارے میں حدیث موجود ہے اس میں قیاس کی گنجائش نہیں۔

یہ حدیث کسی فضیلت والی مسجد مثلاً مسجد تبار وغیرہ کے سفر کی بھی نفی نہیں کرتی۔ ہاں ان میں عبادت کا چند گونہ ہزار گونہ ثواب نہ ملے گا۔ ورنہ بعض مساجد کی فضیلت حدیث سے ثابت ہے یہ روایت آگے آرہی ہے کہ مسجد تبار میں دو رکعت کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔ بعض کے نزدیک حدیث (مَشَدُّ الرِّحَالِ) کا مفہوم یہ ہے کہ مساجد شریفہ کے علاوہ کسی اور کا مندر کے ساتھ ارادہ کرنا واجب نہ ہوگا اور نہ نذر منعقد ہوگی اور نہ اس کا پورا کرنا لازم ہوگا۔

اس رائے کا مدار اس پر ہے کہ بعض احادیث بعض کی تفسیر کرتی ہیں۔ چنانچہ سند امام احمد میں سہرے کی روایت مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب ان کے پاس کوہ طور پر نماز پڑھنے کا ذکر آیا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی مسجد کے لئے اس میں نماز کے ارادے سے رختِ سفر باندھنا مناسب نہیں سوائے مسجد حرام۔ مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔

لا ینبغي للمطی ان یشد رحاله
الى مسجد ینبغي فيه الصلوة غیر المسجد الحرام
والمسجد الاقصى ومسجدی هذا۔

یعنی نے بخاری کی شرح میں لکھا ہے اس حدیث کی سند حسن ہے شمس الدین محمد عبد الرؤف مناوی شافعی نے ”المجامع الصغیر“ کی شرح میں لکھا ہے مساجد ثلثہ کے علاوہ کسی اور مقصد مثلاً علم یا زیارت کے لئے سفر دراصل کسی جگہ کا سفر نہیں ہوتا بلکہ صاحب مقام کے لئے ہوتا ہے۔

یعنی بخاری کی شرح میں راقم ہیں، مساجد ثلثہ کے علاوہ طلب علم، تجارت، بزرگوار سے ملاقات، دوسری زیارت گاہوں اور بھائیوں سے ملنے کے لئے سفر کرنا منع میں داخل نہیں۔ ”المجوهر المنظم“ میں لکھا ہے کہ یہ خیال کرنا کہ زیارت صرف قریب کے حق میں باعث خیر و برکت ہے تاہم شریعت پر ہتان ہے اس کا اعتبار نہیں۔

آغاز بحث

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت

انتباہ :- نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں عالم میں ہمارے وسیلہ ہیں اور جن دافس کے عامیوں کے شفیع ہیں۔

بلاشبہ انبیاء کرام علیہم السلام نے حضور کی تشریف آوری سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی۔

حضرت آدم علیہ السلام سے جب لغزش سرزد ہوئی انہوں نے یہ دعا فرمائی:

اے میرے پروردگار میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل میں سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے تو ان سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب تم نے ان (میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے سوال کیا تو میں نے تجھے بخش دیا۔

يَا رَبِّ اسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَغْفِرَ لِي
فَقَالَ لَهُ اللَّهُ قَدْ غَفَرْتُ لَكَ
إِذْ سَأَلْتَنِي بِحَقِّهِ۔

حاکم نے یہ حدیث روایت کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔

اس حدیث کا اخیر حق یہ ہے۔ ولو لا محمد ما خلقتك۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

بہت ہی ”دلائل“ میں اور الباقی و طبرانی نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔ طبرانی کی روایت ص

ابن تیمیہ کا اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ اس کے خرافات سے ہے۔ اسے کوئی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے کہ آپ قیامت کے دن سراپا مرد ہوں گے اور جلد ہی آپ کا رب وہاں اتنا کچھ عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

المدد لیوم الحشر ولسوف یعطیکہ ربہ ہنا لک فیرضی

یٰ نبیّ الہدی لا تنسنی من شفاعتہ

فإنی مسمیٰ مذنّب ذوّجرا شر

اے ہدایت کے نبی آپ مجھے شفاعت میں نہ بھولے گا اس لئے کہ میں خطاکار گنہگار سیہ کار ہوں۔

وَسَيَلْتُنَا الْعُظْمَىٰ إِلَى اللَّهِ أَنْتَ يَا

مَلَاذَ الْوَرَىٰ مِنْ كُلِّ بَادٍ وَخَاضِر

اللہ کی بارگاہ میں حضور ہمارے سب سے بڑے وسیلہ ہیں۔ اے مخلوق کے شہسبزی

۴ میں اتنے الفاظ کا اضافہ ہے۔

(اے آدم) وہ تمہاری ذریت کے آخری
نبی ہیں۔

وهو اخر الانبياء من ذریتک
(مواہب لدنیہ جلد اول ص ۱۸)

ابن منذرنے بھی یہ روایت نقل کی ہے ان کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

اے اللہ میں تجھ سے تیرے بند محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے جاہ و مرتبت کے طفیل اور شرف
اعزاز کے توسل سے جو انہیں تیرے دربار میں
حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں۔

اللهم اف اسئلت بجاہ
محمد عبدک وکرامتہ
علیک ان تغفر لی خطیئتی

و وہی انسان کے مادی و ملبا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی مشکلات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کے خواستگار ہوئے۔

ترمذی نے عثمان بن عفیف سے روایت کی ہے۔ ایک نابینا صحابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ دعا فرما دیجئے کہ مجھے عافیت دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو دعا کروں اور اگر تم چاہو تو صبر کرو اور یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ انہوں نے کہا آپ دعا ہی فرما دیجئے۔ ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی طرح رشک کرنے اور یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَ اَتَوَكَّلُ بِ
اِلٰهِکَ بِ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ بِ رَحْمَۃِ
اِقْرَ تَوَجَّهْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ
فَیْ حَاجَتِیْ مِنْہُ لِتُقْضٰی
لِکَ اَللّٰهُمَّ تَشَقُّعُ
رَحْمَۃِ

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری
طرف تیرے نبی رحمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کے وسیلے سے متوجہ ہوں (اے رحمت نبی)
میں نے آپ کے واسطے سے اپنی اس ضرورت
میں اپنے رب کی طرف توجہ کی، تاکہ میرے لئے
میری ضرورت پوری کی جائے اے اللہ ان کی
شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ایسا کیا اور ان کی بینائی لوٹ آئی۔ بعض روایتوں
میں نبی الرحمة کے بعد یا محمد کا اضافہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت
کے بعد عالم برزخ میں آپ سے استعانت کے سلسلے میں متعدد روایتیں کتب احادیث
میں موجود ہیں۔

طبرانی نے "معجم کبیر" میں روایت کی ہے۔ ایک شخص کو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
عنہ سے ایک ضرورت تھی۔ اور وہ بار بار حضرت عثمان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حضرت عثمان

اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے۔ وہ شخص (عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے اس کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا۔ تم وضو کرو پھر مسجد جاؤ اور اس میں دو رکعت نماز ادا کرو۔ پھر یہ کلمات کہو:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَالْوَجْهَ
اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی
اَللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ
یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ
بِاَنَّ اِلَیْ رِیْثَکَ لِیَقْضَیْ حَاجَتِیْ
اَللّٰهُمَّ فَتَوَقَّعْهُ فِیْ۔

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور
تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے
تیری طرف متوجہ ہوں۔ اے نبی رحمت، یا
رسول اللہ میں آپ کے وسیلے سے آپ کے
رب کی طرف متوجہ ہوں تاکہ وہ میری ضرورت
پوری کرے۔ اے اللہ ان کی شفاعت میرے
حق میں قبول فرما۔

اس شخص نے ایسا ہی کیا پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازہ پر حاضر
ہوا۔ اور دربان اس کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
کی خدمت میں پہنچا دیا۔ حضرت عثمان نے اس کو اپنے فرش پر بیٹھایا اور اس سے ضرورت
پوچھی اور اس کی ضرورت پوری کی۔ اور فرمایا تمہاری جو بھی ضرورت ہو اس سے مطلع کرو۔
وہ شخص خوش ہو کر آپ کی خدمت سے واپس ہوا۔ اور حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات
کی اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔ آپ نے شاید حضرت عثمان بن عفان رضی
اللہ عنہ کی خدمت میں میری ضرورت پیش کر دی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم میں نے تو ان
سے بات ہی نہیں کی ہے۔ ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ
کی خدمت میں ایک نابینا شخص حاضر ہوتے اور انہوں نے اپنی آنکھ کی بینائی کے لئے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت کی۔ آپ نے ان کو اسی کا حکم فرمایا جو میں نے تم سے کہا
جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ حاجتیں پوری کرنے کا فاضل ہے

اگر کسی کے ماشیہ خیال میں یہ سوال ابھر آئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ مدار جائز نہیں تو اس و مدار میں لفظ ”یا محمد“ کیسے آیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے لہذا ان کو جائز ہے کہ جیسے چاہیں تصرف فرمائیں آپ کے ساتھ کسی اور کا تیس کیا نہیں جاسکتا۔ بعض صحابہ کا اپنے غیر کو اس دعا کی تعلیم دینا اس وجہ سے ہے کہ اذکار و اذعیہ کے الفاظ بعینہ ہوتے ہیں جیسے وہ حدیث میں موجود ہوتے ہیں۔ (الجوہر النظم)

تاضی عیاض نے تحریر فرمایا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سن ہو گیا ان سے کہا گیا لوگوں میں جو سب سے زیادہ آپ کو محبوب ہوں ان کا نام لیجئے آپ کی شکایت دور ہو جائے گی۔ انہوں نے یا محمدؐ کی صدا لگائی۔

آجہ متاخرین میں سے بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ ابن السنی نے ”عمل الیوم واللیلہ“ میں ”باب اذا خدرت رجلم“ کے تحت حضرت البر سعید رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے کہا میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ چل رہا تھا اچانک ان کا پاؤں سن ہو گیا اور وہ بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے ان سے کہا اپنے محبوب ترین شخص کا نام لیجئے تو انہوں نے یا محمدؐ کہا۔ بس وہ کھڑے ہو گئے اور چل پڑے۔

”ابن السنی“ ہی نے عبدالرحمن بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں

(عبدالرحمن بن سعد) نے کہا میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا اتنے میں ان کا پاؤں سن ہو گیا۔ میں نے کہا اے ابو عبدالرحمن آپ کے پاؤں کو کیا ہو گیا انہوں نے کہا اس کا پٹھ یہاں سے سمٹ گیا ہے۔ میں نے کہا آپ اپنے محبوب ترین شخص کو آواز دیجئے۔ چنانچہ انہوں نے یا محمدؐ کی آواز لگائی اور پاؤں پھیل کر درست ہو گیا۔

ہیشم بن حبیش سے بھی ابن السنی نے ایک روایت نقل کی ہے۔ ہیشم بن حبیش نے کہا ہم عبداللہ بن عمرو بن ماس کے ہاں موجود تھے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا۔ ان سے ایک

شخص نے کہا اپنے محبوب ترین شخص کا نام لیجئے۔ انہوں نے یا محمد کہا۔ بس وہ کھڑے ہو گئے جیسے وہ رسی سے کھول دئے گئے ہوں۔

شیخ الاسلام برہان الدین ابراہیم نے "عُمْدَةُ السَّمْعَانِینِ بِعُدَّةِ الْحَصَنِ الْحَصِیْنِ" میں لکھا ہے کہ مجاہد نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں ایک شخص کا پیرسن ہو گیا اس سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہیں جو سب سے زیادہ محبوب ہوں انہیں یاد کرو۔ اس نے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا اور وہ ایسے ہو گیا جیسے رسی سے کھل گیا ہو۔

مجاہد کہتے ہیں اس کی بے حدی جاتی رہی۔
"دلائل الخیرات" میں ہے:

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ
إِلَيْكَ بِحَبِيبِكَ الْمُصْطَفَى وَفِدَاكَ
يَا حَبِيبَنَا يَا مُحَمَّدُ إِنَّا نَسْأَلُ
بِكَ إِلَى رَبِّكَ فَاشْفَعْ لَنَا
عِنْدَ الْمَوْلَى الْعَظِيمِ يَا
نِعْمَ الرَّسُولُ الطَّاهِرُ
اللَّهُمَّ شَفِّعْهُ فِينَا بِجَاهِهِ
عِنْدَكَ.

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں
تیرے منتخب حبیب کے وسیلے سے میں
تیری طرف متوجہ ہوں اے ہمارے محبوب
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کو آپ
کے رب کی جناب میں وسیلہ لاتے ہیں آپ
مالک با عظمت کے پاس ہماری سفارش فرمائیے
ایسا پاکیزہ بہترین رسول اے اللہ تیری جناب
میں ان کا جو مقام ہے اس کا صدقہ ہمارے
حق میں ان کی سفارش قبول فرما۔

امام ناس مالکی نے اس کی شرح میں تحریر فرمایا ہے کہ امام ترمذی نے اسی مفہوم کی
ایک روایت نقل کی ہے اور اس کے بارے میں فرمایا ہے کہ حسن صحیح غریب ہے۔ نسائی۔
ابن ماجہ۔ طبرانی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے اس روایت کی تخریج کی ہے اور

اِنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَشْهَدُ اَنْتَ مُحَمَّدٌ عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔

جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں تشریف فرما ہے یہ کلمات ہم کہتے رہے پھر جب آپ نے رحلت فرمائی تو ہم نے السلام علی کہا۔ بخاری کے الفاظ میں السلام علی النبی کہنے لگے۔

قططانی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ نے خطاب ترک کر کے غائب کے لفظ سے آپ کا ذکر کیا۔ اس روایت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں خطاب کے لفظ کے ساتھ ”السلام علیہا النبی“ کہتے تھے پھر جب آپ نے وصال فرمایا تو انہوں نے خطاب ترک کر کے غائب کے لفظ سے ذکر کیا اور کہنے لگے۔ ”السلام علی النبی“

لیکن اس روایت میں کلام یہ ہے کہ یہ روایت دوسری تمام روایتوں کے مخالف ہے ان تمام روایتوں میں السلام علی النبی موجود نہیں بلکہ سب میں السلام علیہا النبی کے الفاظ موجود ہیں۔ ساتھ ہی یہ ترمیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے نہیں ہے بلکہ ابن مسعود کا کہنا ہے کہ ہم نے ترمیم کی اور السلام علی النبی کہا۔
رہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرنا اور مدد طلب کرنا اس اعتقاد سے کہ نبی صلی اللہ

لیکن اس اعتقاد کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے فضل و کرم سے اپنا نائب اعظم بنایا۔ سارا عالم آپ کے قبضہ و اختیار میں ہے دیا۔ اپنی دنیا کے سارے خزانے کی کنئیاں آپ کے تصرف میں ہے دیں بلا ریب و بلا تکبر جائز و معمول اور تمام امت کا دستور قدیم رہا ہے۔ بخاری میں ہے،

أَعْطَيْتُ بِمَفَاتِيحِ خَزَائِنِ الْأَرْضِ | مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنئیاں دی گئیں۔
امام احمد نے اپنی مشن میں، ابن جبرائیل نے اپنی صحیح میں اور ضیاء مقدسی نے صحیح مختار میں

عید و ستم نظام عالم کی مستقل بالذات تدبیر کرنے والے نبی یا ان کو اللہ کی جناب سے اس کے انتظام میں اس طرح کی نیابت حاصل ہے کہ وہ اپنی تدبیروں میں ناب کا محتاج ہے

اور انعمین نے دلائل النبوة میں سند صحیح کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

<p>وینا کی کنجیاں ابلیس کو دے پر رکھ کر میری مدت میں حاضر کی گئیں حضرت جبریل لے کر گئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش و نگار پڑا تھا۔ مندرجہ بالا امر حدیث کے علاوہ حسب ذیل امر حدیث نے یہ حدیث یا اس کے ہم معنی حدیث اپنی اپنی کتابوں میں روایت کی ہے۔</p>	<p>أُوتِيَتْ بِمَقَالِيدِ الدُّنْيَا عَلَى فَرْسٍ أَبْلَقَ جَاءَ فِي جَبْرِيلَ عَلَيْهِ قَطِيفَةٌ مِنْ سُنْدُسٍ مَنْدَرَجٍ بِالْأَمْرِ حَدِيثُكَ</p>
---	--

الامام مسلم فی صحیحہ، البیہقی، الحاکم، ابن سعد، ابوبکر بن ابی شیبہ،
الامام الطبرانی فی المعجم الکبیر، العلامة الحنفی فی حاشیۃ الجامع الصغیر،
الامام جلال الدین سیوطی فی المخصائص الکبری، العلامة المدنی فی شرح
فتح السبیین لابن حجر العسقلانی، ابویعلیٰ فی مستدرک، الامام الحافظ ابو ذر کریمانی
مولدہ، الامام الدارمی فی سننہ، ابن عبد ربہ فی بہجۃ المجالس، العلامة
ابراہیم بن عبد اللہ المدنی الشافعی فی الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء،
الحافظ ابوسعید عبد الملک فی شرف النبوة، ابوبکر الشافعی فی الغیلانیات
العلامة الخفاجی فی نسیم الریاض، الشیخ المحقق العلامة عبد الحق
الدہلوی فی مدارج النبوة۔

انہیں امامیث کی روشنی میں علامہ ابن حجر مکی جوہر منظر میں تحریر فرماتے ہیں۔

مُوصَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِيفَةُ | حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ
بہارِ مدنیہ

یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کان لگا کر بغیر کسی فرق کے اللہ تعالیٰ کے سمع و بصیر کی طرح ہیں۔ یہ بات ہماری گفتگو کے بالکل الگ ہے۔

۲۵ جرمہ ص ۷۷

اللہ الْأَعْظَمُ جَعَلَ خَزَائِنَ
كَرَمِهِ وَمَوَاسِدَ نِعْمَتِهِ طَوَّعَ
يَدَيْهِ وَإِرَادَتِهِ يُعْطِي مَنْ
يَشَاءُ

اعظم میں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم کے سبب
خزانے اور اپنی نعمتوں کے کل و ستر خزان حضور
کے دست کرم میں دے دیئے وہ جس کو چاہتے
ہیں عطا فرماتے ہیں۔

نیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں علامہ خفاجی رقم طراز ہیں۔

إِنَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا
حَاكِمَ سِوَاهُ نَهَوْ حَاكِمٍ
غَيْرِ مُحْكَمٍ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا (مخلوق میں)
کوئی حاکم نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاکم کل
ہیں محکوم نہیں۔

علامہ قاسمی مالکی "مطالعہ السُّرَاتِ شرح دلائل الخیرات" میں رقم ہیں۔

كُلُّ مَا ظَهَرَ فِي الْعَالَمِ إِنَّمَا يُعْطِيهِ
سَيِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الَّذِي بِيَدِهِ مَفَاتِيحُ
فَلَا يُخْرِجُ مِنْ الْخَزَائِنِ
إِلَّا بِهَيْئَةٍ شَقَّى الْأَعْلَى يَدَيْهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جو نعمت دنیا میں کہیں بھی ظاہر ہوتی ہے
وہ ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرماتے
ہیں آپ ہی کے ہاتھ میں سب کنجیاں ہیں
اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے جو چیز بھی نکلتی ہے
وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں
ہی نکلتی ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "أَشْعَثُ النَّعْمَاتِ" جلد اول ص ۳۹۶ پر

ربیعہ بن کعب السہمی کی مشہور حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

إِذَا أُطْلِقَ سَوَالٌ كَفَرْمُودَ "سَل" بِزَوَاهِ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے اطلاق پر

اہل سنت کا قطعی یہ عقیدہ نہیں ہے۔ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
منفوتات میں سب سے افضل و اشرف ہیں۔

اگر وہ نہ ہوتے تو کائنات نہ ہوتی اور انہیں کے حضور میں پناہ بھی ہے۔

أَمَّا تَنَا اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حُبِّهِ وَحُبِّ إِلَهِ وَأَصْحَابِهِ

أَجْمَعِينَ

آمین

۴۵۷

وخصیص ذکر و بطلوبے خاص معلوم می شود
کہ کار بہر بدست ہمت و کرامت اوست
بہر چہ خواہد باذن پروردگار خود دہد۔

سے کہ ارشاد فرمایا مانگ اور کسی خاص مطلب
کی تخصیص نہیں فرمائی معلوم ہوتا ہے کہ سب
کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست کرامت
و ہمت میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے پروردگار
کے اذن سے عطا فرمائیں۔

بیت

لَا تَمُوتُ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا
وَمِنْ مَلُوكِكَ مِلْمُ اللُّوْجِ وَالْقَلَمِ

بیت

اس لئے کہ حضور کی بخشش سے دنیا و آخرت ہے
اور حضور کے علم سے لوح و قلم کا علم ہے۔

اگر غیریت دنیا و معنی آرزو داری
بدرگاہ ہمش بیا ہر چہ می خواہی تنہا کن

اگر تم دنیا و آخرت کی بھلائی کی آرزو رکھتے ہو
تو ان کی درگاہ میں آؤ اور جو چاہو تنہا کرو۔

تفصیل کے لئے "الامن والعلى" ملاحظہ ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ

کے تعظیم

اور ان کی امانت کرنے والے کا حکم

انتباہ :- واضح رہے کہ وہ تمام مقامات جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے، ان کی تعظیم اور ان تمام جگہوں کا احترام جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سکونت پذیر رہے اور ان مقامات کی توقیر جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف لے جانے یا نماز پڑھنے کی عادت کر لی تھی اور ان تمام چیزوں کی تحکیم جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ یا پاؤں یا پہلو سے مس فرمایا ہو یا کسی جگہ کو یہ شہرت حاصل ہو۔ ان سب کی تعظیم و توقیر دراصل ذاتِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر ہے۔ (شفار و فیروزہ)

شیخ دہلوی نے "مدارج النبوة" میں تحریر فرمایا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کا ذکر، آپ کا نام، آپ کی سیرت، آپ کے حالات اور آپ کی حدیث کے سننے کے وقت احترام و توقیر کا ملحوظ رکھنا آپ کی خدمت عالیہ میں ادب و احترام ہی کی طرح ہے۔ اہم مانگ رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا آپ کی رحلت کے بعد آپ کی تعظیم و تحکیم آپ کی حیات طیبہ کی تعظیم و تحکیم کی مانند ہے۔

ابو ابراہیم نے فرمایا ہے کہ ہر مومن پر جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا اس کے پاس ان کا ذکر کیا جائے واجب ہے کہ بغض و خشوع اور باوقار ہو جائے اور اس میں ایسی

ہیبت اور ایسا جلال پیدا ہو جاتے جو آپ کے حضور میں ہوتا ہے۔

یہ بھی منقول ہے کہ امام دار البجرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتے تو ان کا رنگ بدل جاتا اور ادب سے جھک جاتے یہ وہی امام ہیں جو مدینہ منورہ میں کئی سواری پر سوار نہ ہوتے، فرماتے کہ مجھے حیا آتی ہے کہ میری سواری اس سرزمین کو پامال کرے جس کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں۔

احمد بن نفیس فرماتے تھے ”میں کسی کمان کو بلا وضو نہیں چھو سکتا اس لئے کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں کمان لی ہے۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کنزوں، مسجدوں اور مقامات پر جانا بھی محبت ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی نماز، قیام اور گزریں اس جگہ کی تلاش و جستجو فرماتے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی یا تشریف رکھی ہو۔ ایک بار ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ اس جگہ رکھا جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف رکھی تھی پھر وہ ہاتھ اپنے چہرے پر پھیرا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کے برخلاف جو روایت منقول ہے اگر وہ صحیح ہے تو اس بنا پر ہے کہ ان کا ذالعیغ معاند کے سبب اب میں یہی اصول ہے۔

اسی طرح سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حج سے واپسی کے وقت لوگوں کو ایک مسجد کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو فرمایا یہ کیا ہو رہا ہے لوگوں نے عرض کی وہ مسجد ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہے۔ انہوں نے فرمایا اسی طرح تم سے پہلے اہل کتاب ہلاک ہوئے۔ انہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کے آثار کو عبادت خانہ بنایا تم میں سے جس شخص کو اس مسجد میں نماز نصیب ہو جائے وہ اس میں نماز پڑھ لے اور جسے یہ نصیب نہ ہو وہ گزر جائے۔

کرانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس ناگوارمی کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اس کا اندیشہ ہوا کہ لوگ کہیں انہیں جگہوں میں نماز کا التزام نہ کر لیں۔ اسی طرح اہل علم کے لئے بھی مناسب ہے کہ جب لوگ پوری پابندی کے ساتھ فرائض کا التزام کر لیں جس سے وجوب کا شبہ ہونے لگے، تو ان کو کسی کسی وقت چھوڑ دیا کریں۔

آثار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم سے یہ بھی ہے کہ حدیث پڑھنے والا حدیث پڑھتے وقت کسی آنے والے کے احترام میں کھڑا نہ ہو یہ خلاف ادب ہے بالخصوص آنے والا اگر ناسی بہ عتی ہو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہی کو یہ شرف حاصل رہا کہ وہ اس وقت بھی حدیث بیان فرماتے رہے جب پچھونے انہیں سترہ بار دنگ مارا اور آپ صبر و ضبط فرماتے رہے۔ بخشش تک نہیں کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و تعظیم کے پیش نظر حدیث کا سلسلہ نہ توڑا۔

عبدالرحمن بن مہدی جب حدیث پڑھتے تو خاموشی کا حکم دیتے اور فرماتے۔

لَا تَشْرَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ۝

تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔

تعظیم آثار مقدسہ کی قسم سے ترمذی کی یہ روایت بھی ہے۔ حضرت کبشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مشک ہوئی مشک کے منہ سے کھڑے ہو کر پانی نوش فرمایا۔ میں مشک کے منہ کی طرف بڑھی اور اس کا منہ کاٹ لیا۔

محدثین اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ کبشہ کے منہ کاٹنے کا مقصد یہ تھا کہ اس سے برکت حاصل کریں۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک اس حقہ سے لگ گیا تھا۔ بخاری نے ابن سیرین سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں۔ میں نے عبیدہ سے کہا کہ ہمارے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک ہے۔ یہ ہمیں حضرت انس یا حضرت انس کے گھر والوں سے دستیاب ہوا ہے۔ انہوں (عبیدہ) نے فرمایا کہ میرے پاس نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کا ایک مومے مبارک ہونا میرے نزدیک دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے کہیں زیادہ محبوب ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موہائے مبارک تھے۔ ضائع ہونے کے اندیشے سے وہ ان کی نگہداشت فرماتے اور برکت کے لئے وہ ان کا پورا اہتمام کرتے۔

حضرت اسماء بنت البرکھ رضی اللہ عنہا کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جہیز تھا وہ اسے مرلیضوں کے لئے دھوئیں اور اس کا غسل مرلیضوں کو برائے شفاء استعمال کراتیں اور ان کو شفاء ملتی۔

حضرت اُمّ عمارہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موہائے مبارک تھے وہ انہیں دھلتیں اور ان کا غسل مرلیضوں کو پلاتیں۔ مرلیض شفا یاب ہوتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ کی بعض چیزیں موجود تھیں۔ ان میں دو موزے، ایک خم دار چادر اور ترکش وغیرہ تھے۔ وہ ان کی پورے اہتمام کے ساتھ نگہداشت فرماتے اور روزانہ ان کی ایک بار زیارت کرتے۔ اور جب کوئی مقتدر شخص ان کی خدمت میں آتا تو آپ اس کو وہاں لیجاتے جہاں یہ تبرکات تھے اور فرماتے یہ اس ذات کی میراث ہے جس کے سبب اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت و تکریم سے نوازا ہے۔ (شیخ دہلوی)

آثار مقدسہ کی تعظیم سے ایک پتھر کا پھونا بھی ہے جو مکہ مکرمہ کی گلی زقاق الحجر میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے راستے میں واقع ہے۔ یہ پتھر ایک دیوار میں لگا ہوا ہے اس کی لوگ زیارت کرتے ہیں اور اس کے چھونے سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

ابن عمر مکی ہمیشی نے فرمایا ہے کہ اہل مکہ سے تسلسل یہ منقول ہے کہ یہ پتھر وہ ہے جو نبوت سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام پیش کیا کرتا تھا۔

اس پتھر کے اوپر دو اشعار لکھے ہوئے ہیں۔

أَنَا الْحَجَرُ الْمَسْلُومُ كُلَّ حَائِنٍ

عَلَى خَيْرِ التَّوَرَى فَلْيُؤْثِرِ الْبَشَارَةُ

میں وہ پتھر ہوں جو ہر وقت مخلوق کے سب سے افضل (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر سلام عرض کرتا رہتا ہوں اس وجہ سے میرے لئے مشورہ ہے۔

وَسَلْتُ فَفِي سِلَّةٍ تَيْنِ ذِي الْعَالِي

خُصِمْتُ بِهَا وَإِنِّي مِنْ جَعَارَةٍ

اُم میں نے بندگیوں والے نبی سے ایسی خفیت پائی ہے جو صرف میرا حصہ ہے۔ حالانکہ میں ایک پتھر ہوں۔

اسی گلی میں اس پتھر کے سامنے کہنی شریف کا نشان ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے اور اس دیوار پر ٹیک لگائی اور دوبار ابو بکر کہہ کر آواز دی۔

تنبیہ

شہاب الدین نے "شفا" کی شرح میں مواہب لدنیہ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر چلتے تو ان کے قدم مبارک اس میں دھس جاتے یہ حقیقت مشہور اور زمانہ جدید و قدیم دونوں میں زبان زد عام و خاص رہی ہے اور شعراء نے اپنے قصیدوں میں اور ہنار نے اپنی عبارتوں میں اسے بیان کیا ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے نشان قدم کا مصلیٰ کے پتھر پر باقی رہنا اور پر کی روایت کی تائید کر رہا ہے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا پتھر پر مارنا اور ضرب کا اثر باقی رہنے کا معجزہ بھی پتھر کے نشان قدم یا پتھر میں پاؤں دھسنے کی پُرسی تائید کر رہا ہے جسے بخاری نے اس طرح نقل کیا ہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے کے لئے پانی میں اترے تو جس پتھر پر آپ نے اپنے کپڑے رکھے تھے۔ وہ آپ کے کپڑے کے کفرار ہو گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عالم ہلال میں اس پتھر پر چھ یا سات ضرب لگائی جس کا اثر باقی رہ گیا تھا۔ اور یہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ہر نبی کا ہر معجزہ ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ملتا ہے۔

زرقانی نے "شرح مواہب" میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزے کے مثل جو معجزے ثابت ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ انہیں معجزے کی جنس سے ہوں۔ غیر جنس سے بھی ہو سکتے ہیں۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اس سے اعلیٰ یا مساوی ہوں۔ علمائے اس کی تصریح کی ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ یہ تصریح ان لوگوں کے خیال کے متافی نہیں جو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے مثل معجزے ہماری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیم نہیں کرتے۔

اس تصریح اور اس خیال کے درمیان کوئی تضاد نہیں۔

ابن الجوزی نے لکھا ہے کہ میر سعدیہ کے صاحبزادے ضررہ نے ان (علیر سعدیہ) سے کہا۔ میرے جہازی بھائی محمد جب اپنے قدموں پر خشک دانی میں کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تو وہ اسی لمحہ اور اسی وقت سر سبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اور جب چٹانوں پر چلتے ہیں تو ان کے قدم پیمانوں میں اس طرح دھس جاتے ہیں جیسے گندے ہوئے آٹے میں۔

علامہ رکن الدین شامی نے اپنی سیرت میں نقل کیا ہے کہ امام برہان الدین ناجی دمشقی نے اس کا انکار کیا ہے۔ اور شیخ جمال الدین سیوطی نے بھی اپنے فتاویٰ میں مندرجہ بالا روایت کے عدم ثبوت کا یقین ظاہر کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں اس روایت کی اصل و سند سے واقف نہیں اور نہ حدیث کی کسی کتاب میں یہ روایت دیکھی ہے۔ ان کے شاگرد ابن معلق "الجامع الصغیر" کی شرح میں انہیں کے نقش قدم پر چلتے نظر آتے ہیں۔ اور ان کے معاصرین علماء میں شیخ صالح محدث

احمد متول "الجامع الصغير" کے شارح نے ان کا تقاب کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ سیوطی نے "خصائص صغریٰ" میں خود لکھا ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چٹان پر چل دیئے اپنے نشان قدم چھوڑ دیئے۔

شیخ دہلوی "مدارج النبوة" میں لکھتے ہیں:

<p>اور لوگ کہتے ہیں کہ پتھر اور لوہا انبیاء کے لئے نرم کر دیا جاتا ہے (چنانچہ) مکہ مکرمہ کے جس پہاڑ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت بکریاں چرا رہے تھے اس وقت کے تدبیر شریفین کے نشان لوگ بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم</p>	<p>دیکھو گیند کو سنگ و آہن نرم کر دہ میں شود برائے انبسیار و در مکہ معظمہ در کوہی کہ آنحضرت وقتی گو سفند پراسید و اثر تدبیر شریفین می گویند۔ واللہ اعلم</p>
--	---

شہاب الدین خفاجی نے شفا کی شرح میں لکھا ہے کہ سیوطی نے اس معجزہ کا انکار نہیں کیا بلکہ ان مخصوص جگہوں کے سلسلے میں جو منقول ہے اس کا انہوں نے انکار کیا ہے۔ (علامہ سیوطی کا خیال ہے کہ لوگوں نے جن جگہوں کے ساتھ معجزہ کا اتساب کیا ہے۔ اس کا ثبوت نہیں) جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ مدینہ طیبہ میں حضور کی سواری کے کھڑ کا نشان اور حضور کی کہنی کا نشان ہے۔

امام رازی نے "تفسیر کبیر" میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ مقام ابراہیم چند معجزوں کا پیکر ہے اس طرح کہ ٹھوس پتھر پر قدم کا نشان ایک معجزہ ہے اور قدم کا نشیمن تک دھس جانا دوسرا معجزہ ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے صرف اس معجزہ کا معجزہ جاوید ہونا تیسرا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاص معجزہ ہے اور پتھر کے لبض ہی حقے کا نرم ہونا چوتھا معجزہ ہے اور اس کی ہزاروں سال تک حفاظت یہود و نصاریٰ اور مشرکین و طغیان سے کثیر دشمنوں کے باوجود یہ پانچواں معجزہ ہے جس سے واضح ہو گیا کہ وہ تمام ابراہیم بذات خود بہت سے معجزے ہیں۔ بلاشبہ یہ تفصیل اس کی رہنمائی تو کرتی ہے کہ دیگر

انبیاء کرام کے معجزوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس معجزے کا باقی رہنا یقیناً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایک خاص معجزہ ہے لیکن اس کا یہ مفہوم نہیں ہو سکتا کہ حُوس پتھر پر قدم کے نشان کا ہونا اور اس کا اس پتھر میں ٹخنوں تک دھس جانا اور اس کے بعض ہی حصہ کا نرم ہونا یہ خاص حضرت ابراہیم کا معجزہ ہے (اور اس طرح کا معجزہ کسی نبی سے صادر ہی نہ ہوا کون نہیں جانتا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوبا اور پتھر موم تھے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طرح کے متعدد معجزے رونما ہوئے ہیں)

اِنْتِبَاه

جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا عیب چینی یا تنقیص کی یا ان کو جھٹلایا اس نے بلاشبہ اللہ کے ساتھ کفر کیا اور اس سے اس کی بیوی جدا ہو گئی پھر اگر اس نے توبہ کر لی تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کیا جائے گا۔ یہی حکم عورت کا بھی ہے۔

ہاں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورت قتل نہیں کی جائے گی بلکہ اسلام قبول کرنے پر اسے مجبور کیا جائے گا۔ شامی نے "رد المحتار" میں امام ابو یوسف کی کتاب الخراج سے یہ جزیہ نقل کیا ہے جس سے ظاہر ہو گیا کہ اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ فرار اختیار کیا یا باگے یا شکست کھائی اس نے آپ کی تنقیص کی کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے معاملے کی پوزیشن خوب سمجھتے اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت و صیانت کا یقین رکھتے تھے۔ (مواعظ لدنیہ)

شیخ بدر الدین زرکش نے نفی سبکی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ولفی سبکی کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مال و زر کے کبھی محتاج نہ ہوئے اور نہ ہی آپ کا حال محتاج و تنگ دست کا سا حال تھا بلکہ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ غنی تھے۔

ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا اگر آپ چاہیں تو مکہ کے پہاڑ سونا بنا دیئے جائیں اور آپ کے تصرف میں آجائیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الدنیا دار من لا دار لہ | دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا پھر کوئی گھر نہیں
و یجمع المال من لا عقل لہ | اور مال وہ شخص جمع کرتا ہے جس کے پاس عقل نہیں

یہی وہ روایت جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

الْفَقْرُ فُخْرِي وَ بِي اِستخِر | غریبی میرا فخر ہے اور اے مجھ پر فخر ہے۔

اس کے بارے میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ یہ روایت باطل اور

موضوع ہے (مواہب لدنیہ)

ابن حجر سے پہلے ابن تیمیہ نے بھی اس کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے۔ (زرقانی)

اور امام شافعی نے بھی "المقاصد الحسنہ" میں لکھا ہے کہ حدیث "الْفَقْرُ فُخْرِي"

و بِي اِستخِر" کے بارے میں ہمارے شیخ ابن حجر نے فرمایا ہے کہ باطل اور موضوع ہے۔



مدینہ منورہ کی زیارت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت

هَيِّفًا لَمَنْ زَارَ خَيْرَ الْوَلَدِ

وَحَطَّ عَنِ السَّفَرِ اَوْزَارَهَا

مبارک ہو اس شخص کو جس نے مخوف کی سب سے افضل ذات کی زیارت کی اور نفس سے اس کے بوجھ اتار دیئے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور کی زیارت مستحب ہے اور اعمال تقرب میں سب سے عظیم اور ایسی طاعت ہے جس کے ساتھ سب سے زیادہ امیدِ ربانیت کی جاسکتی ہے۔ ”منع الغفار“ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روضہ انور کی زیارت کی بہت ترغیب دلائی اور اس کے استحباب پر بہت زور دیا۔

قاضی میاض ”شفار“ میں رقم طراز ہیں، روضہ اقدس کی زیارت مسلمانوں کے طریقوں میں ایک طریقہ ہے۔ ابو عمر و نے کہا کہ موسیٰ قاسمی مالکی نے فرمایا کہ واجب ہے۔ (مواجب لدینیہ) اس کی تشریح ”نظام المسائل“ بن سکر الماکن المستبرکہ میں اس کے مؤلف نے یہ کی ہے یعنی زیارت روضہ انور منہ واجب سے ہے۔

بعض مناسک ”میں ہے کہ وسعت، استطاعت رکھنے والے کے لئے یہ قریب ہو واجب ہے۔ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ روضہ انور کی زیارت کے لئے سفر کرنا ممنوع ہے اور یہ اعمال تقرب سے کوئی عمل نہیں۔ یہ رائے قابلِ قبول اور ائمہ اربعہ کے اجماع کے

مخالف ہے۔

ائمہ کا اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ الزور کی زیارت ایک مستقل مقصد ہے اس کی حیثیت ضمنی نہیں بلکہ صرف اس کا ارادہ کیا جانے کا اور اس کے لئے رخصت سفر باندھا جائے گا۔

جس شخص نے محض آپ کے روضۃ الزور کا ارادہ کیا کوئی اور مقصد پیش نظر نہ رہا وہ ایک عظیم ترین طاعت و عبارت میں مشغول ہے۔ (کتاب اتفاق الائمہ)

ابن تیمیہ کی یہ رائے بلاشبہ ایسی شفیع ہے جسے بہت سے سمندر بھی وصل نہیں کتے اس سے اس رائے کا صدور کوئی حیرتاک بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس نے جب یہاں تک کہہ ڈالا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں میں اس طرح فرقہ مجمر کا ایک فرد ہی لگیا۔

بعض انہیں اسباب کے پیش نظر کچھ علماء نے اس کی تکفیر کی ہے۔

شیخ ابن ہمام نے "فتح القدیر" میں لکھا ہے: میرے نزدیک زیارت روضۃ مطہرہ کا خاص ارادہ کہ تار یاہ و نائلش اور فخر و سبا بات وغیرہ سے نیت کا پاک کرنا بہتر ہے پھر جب وہ مدینہ منورہ پہنچ جائے گا تو مسجد نبوی کی زیارت بھی اسے نصیب ہو جائے گی یا پھر دوسری بار مدینہ طیبہ کی حاضری کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اس میں مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کر لے اسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

"در مختار" میں ہاں یہ ضرور ہے کہ روضۃ الزور کی زیارت کے ساتھ مسجد نبوی علی صاحبہ

الصلوات والسلام کی زیارت کی نیت کرے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسجد نبوی کے اندر ایک نماز دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے سوائے کعبہ مکہ کے۔

لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ مسجد نبوی کی زیارت بھی ایک اہم کارِ ثواب ہے اور یہ

چھوڑی نہیں جاسکتی۔ اس سے مراد نہیں کہ روضۃ الزور کی زیارت مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کے بغیر درست نہ ہوگی۔

رحمتی نے عارف جامی سے نقل کیا ہے کہ زائر زیارت روضۃ النور کو حج سے ملیدہ کرتے تاکہ اس کا مقصد سفر صرف زیارت روضۃ النور ہو اور کچھ نہ ہو۔ (رد المحتار)

آپ کی مکہ مکرمہ سے ہجرت اور مکہ سے دور واز ایک دوسری جگہ مدفون ہونے میں شاید یہ حکمت رہی ہو کہ آپ کی زیارت کے لئے جداگانہ سفر کیا جائے اور زیارت روضۃ النور ایک مستقل مقصد سمجھا جائے۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگر مکہ میں مدفون ہوتے تو آپ کی زیارت کا ارادہ مکہ یا حج کے ارادہ کے مقابل میں ثانوی حیثیت رکھتا اور کوئی مستقل مقصد نہ ہوتا۔

اسی مصلحت کا تقاضہ تھا کہ مکہ مکرمہ سے الگ تھلک ایک خاص جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھیں اور آپ کی زیارت کا ارادہ مستقل ہو اس کی حیثیت ضمنی نہ ہو اور لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے خاص طور پر الگ سے سفر کریں۔ (الجمہر النظم)

یہ مشہور ہے کہ ہر شخص اسی زمین میں مدفون ہوتا ہے جس سے اس کی تخلیق ہوئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مادہ نافذ زمین کعبہ سے لیا گیا ہے تو کیسے مدینہ میں مدفون ہوئے اس کا جواب ”عارف“ میں یہ لیا گیا ہے کہ مرث جس بانی پر تھا اور اس میں جب جوش آیا تو اس نے اطراف جوانب میں بھاگ پھینکی۔ یوں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مادہ مدینہ طیبہ پہنچا۔

روضۃ النور کی زیارت کے فضائل سے متعلق بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں

ان میں سے بعض پیش کی جا رہی ہیں !

① ابن عدی نے ”الکامل“ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے یقیناً مجھ پر ظلم کیا۔

مَنْ حَجَّ وَكَمْ يَبُذُّنِي فَقَدْ جَفَانِي۔

الجوہر النظم میں اس کے مصنف نے لکھا ہے کہ حدیث کا ٹکڑا "من حج" اولیٰ اہم اور اغلب کی قیید یعنی حج کی قید یہ بتانے کے لئے ہے کہ حج اولیٰ اور اہم ہے۔ ورنہ بغیر حج کے بھی زیارت کی جا سکتی ہے۔

اس کی تائید اس طرح ہوتی ہے کہ یہ ٹکڑا دوسری روایتوں میں موجود نہیں گو وہ روایتیں ضعیف ہی کیوں نہ ہوں۔

یہاں یہ بھی واضح رہے کہ زیارت روضہ النور کا متعدد بار کرنا حج کے متعدد بار کرنے کے ساتھ افضل ہے اور جس نے تعدد حج کے ساتھ تعدد زیارت نہ کی۔ مثلاً اس نے ایک ہی بار زیارت کی تو اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے جفا کی۔ ہاں اگر جفا سے مراد مجازاً ترک افضل ہو (توجب بھی زائر زیارت ترک کرے گا۔ ایک افضل امر کا ترک ہوگا۔ اب حدیث کے ٹکڑے "فقد جفان" سے ایک بار زیارت کر لینے کے بعد یہ منہوم ہوگا اگر کسی شخص نے تعدد زیارت نہ کی تو اس نے میرے سلسلے میں خلاف اولیٰ اور افضل امر کا ارتکاب کیا اور یہ حکم بھی اس شخص کے لئے ہے جس نے تعدد زیارت اس سے کسی اہم فعل مشروع کے پیش آ جانے کے سبب ترک نہ کی ہو۔

ورنہ اگر کوئی زیارت سے اہم کام مثلاً پڑھنے پڑھانے کے لئے تعدد زیارت ترک کرے تو اس میں نہ حقیقتاً نہ مجازاً کسی طرح کی جفا نہیں۔

② وار قطنی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت ناگزیر ہوگئی۔

الجوہر النظم میں لکھا ہے کہ ائمہ حدیث کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے اس کے کسی راوی کے سلسلے میں جرح و طعن ناقابل قبول ہوگا۔ اور یہی قیاس کا یہ کہنا کہ یہ حدیث منکر ہے اس کا جواب یہ ہوگا کہ ان کے کہنے کا منہوم یہ ہے کہ اس حدیث کا راوی کبھی ایک ہو کر رہ گیا ہے

اور ایک راوی پر بھی منکر کا اطلاق کبھی نہیں ہوتا ہے۔

بقول بعض ابن خزیمہ نے بھی یہ حدیث اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونے والے کے لئے اس حدیث میں ایمان پر غائم ہونے کی بشارت موجود ہے۔

بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس حدیث میں وہ خاص شفاعت مراد ہے جو بلند درجوں کے حاصل ہونے کا سبب ہوگی ورنہ شفاعت زیارت کرنے والے کے ساتھ خاص تو ہوگی نہیں اور یہ مقام محروک شفاعت ہوگا۔ (حاشیہ مراقی الفلاح، طحاوی)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شفاعت کی نسبت جو اپنی طرف فرمائی ہے۔ اس سے شفاعت کی عظمت و اہمیت بتائی مقصود ہے۔ ورنہ فرشتے، انبیاء اور مومنین بھی شفاعت کریں گے۔ زائر کو خاص نسبت حاصل ہو جاتی ہے اس کی شفاعت بذات خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے اور شفاعت شافع کی عظمت سے عظیم ہو جاتی ہے۔

(۳) حضرت حاطب بن بلتعہ بدری نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

من زارنی بعد موتی	جس نے میری زیارت میری رحلت
فکأنما زارنی فی حیاتی	کے بعد کی گویا اس نے میری زندگی میں میری
(رواہ البیہقی)	زیارت کی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ زائر کو اس شخص کے مقابلہ میں جس نے آپ کی زیارت نہیں کی ایک گونہ نفیلت حاصل ہو جاتی ہے۔

جس طرح آپ کی زندگی میں زیارت کرنے والے کو نسبتاً اس شخص کے جس نے آپ کی زیارت نہ کی ایک گونہ نفیلت حاصل ہوئی۔ حدیث کا مفہوم یہ نہیں کہ آپ کے روضہ انور کی زیارت کرنے والا آپ کی ظاہری زندگی میں زیارت کرنے والے کی طرح صوابی ہو جاتا ہے۔

(۴) ابن مسکرنے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

مَنْ زَارَ قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي فَكَشَّاهُ زَارِي فِي حَيَاتِي	میرے دُنیائے پہلے جانے کے بعد میں نے میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں میری زیارت کی۔
---	--

(۵) طبرانی نے "معجم کبیر" میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے،

مَنْ جَاءَ فِي زَائِرٍ لَا تَحِيلُهُ حَاجَةٌ إِلَّا زِيَارَتِي كَانَ حَقًّا عَلَيَّ أَنْ أَكُونَ لَهُ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ	جو شخص میری زیارت کے لئے اس طرح آیگا کہ میری زیارت کے علاوہ اس کے کرنے کا کوئی اور واسعہ نہ ہو تو مجھ پر حق ہوگا کہ میں اسکا قیامت کے دن شفیع ہوں گا۔
---	--

ظاہر ہے کہ یہ حدیث مطلق ہے کہ زیارت زندگی میں ہو یا دُنیائے تشریف
لے جانے کے بعد ہو۔

(۶) عقیلی وغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ زَارَنِي مُتَعَبِدًا كَانَ فِي جَوَارِي يَوْمِ الْقِيَامَةِ	جس نے قصداً میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میری امان و پناہ میں ہوگا۔
---	--

قصداً سے مراد یہ ہے کہ زیارت ہی کا ارادہ ہو یہ نہیں کہ زیارت کے علاوہ کوئی اور مقصد
ہو اور زیارت کی حیثیت ثانوی اور ضمنی ہو۔

"الجوہر النظم" میں ہے۔ حدیث میں ایسے ارادے سے اجتناب مقصود ہے
جس کا زیارت سے بالکل تعلق نہیں۔ اور جس کا تعلق زیارت سے ہو مثلاً مسجد نبوی میں
اعتکاف اور اس میں کثرت عبارت، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت، مسجد قبا کی
زیارت اور ان کے علاوہ وہ چیزیں بھی جو زائر کے لئے مستحب نہیں ان کا ارادہ
منوع نہیں۔

⑥ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے "موطا" میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے "وہ (ابن عمر) جب سفر کا ارادہ کرتے یا سفر سے واپس آتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہوتے۔ وہاں دو رکعت نماز پڑھتے اور دُعا کرتے پھر واپس آتے ہوئے آپ کے دونوں رفیق حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی قبروں پر آتے اور دونوں حضرات کی خدمت میں سلام پیش کرتے اور دُعا کرتے۔

عبدالرزاق نے بھی یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ روایت کی ہے۔

⑦ مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کے لوگوں سے صلح کا معاہدہ کیا تو آپ کی خدمت میں کعب اجمار حاضر ہوئے اور اسلام قبول کر لیا۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور فرمایا کیا آپ کو خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ مدینہ چلیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کی زیارت کریں اور آپ کی زیارت سے متمتع ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں (ازرقانی)

⑧ ابن عساکر نے عمدہ سند کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب وہ حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کے اپنے گھر پہنچے۔ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں یہ فرماتے سنا۔ اے بلال یہ کیا جنار ہے۔ کیا ابھی اس کا وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کے لئے آؤ۔ وہ نمکین و حزیں بیدار ہوئے اور اپنی سواری پر سوار ہوئے۔ مدینہ کا رخ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ انور پر حاضر ہو کر رونے لگے اور اپنا رخسار روضہ انور سے رگڑنے لگے۔ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آگئے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے گلے سے لگایا اور ان کو چومنے لگے۔ پھر انہوں نے کہا۔ ہماری خواہش ہے کہ ہم آپ کی وہ اذان سنیں جو آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسجد میں دیا کرتے تھے۔ وہ مسجد کی چھت پر چڑھے اور اپنی پُرانی جگہ کھڑے ہو گئے۔ جو نبی انہوں نے اذکار اُکبر کی صدا بلند کی مدینہ لرز اٹھا۔ پھر جب انہوں نے "اشھد ان لا

اللہ الا اللہ کہا اس کا اضطراب اور بڑھ گیا۔ اور جب انہوں نے اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا تو جو ان لوگیاں اپنے پردوں سے باہر نکل آئیں اور لوگ کہہ اُٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ زندہ ہو گئے۔ اس دن ایسی گریہ و زاری ہوئی جس کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے بعد مدینہ میں کبھی نہ دیکھی جاسکتی تھی۔

انتباہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پتے عاشق تھے "تہذیب التہذیب" میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وفات عبد عمر رضی اللہ عنہ میں سرزمین شام پر ہوئی۔ امام بخاری کی تحقیق بھی یہی ہے۔

ذہبی نے یحییٰ بن بکیر سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ دمشق میں عمواس کے طاعون میں ان کی وفات ہوئی۔ (عمواس ملک شام میں ایک مقام کا نام ہے۔ ابتدائے اسلام میں یہاں ایک بار زبردست طاعون کی وبا پھیلی تھی)

ابن مندہ "العرفۃ" میں راقم ہیں کہ وہ (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) صلب میں مدفون ہوئے۔

ذہبی نے "تَذَنُّ رَحْمَتِ التَّهْذِیْبِ" میں لکھا ہے۔ صحیح تحقیق کے مطابق ان کی وفات دمشق میں ہوئی۔

لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ اذان دیتے وقت میذنہ سے گر کر مدینہ منورہ میں انہوں نے وفات پائی۔ اس کی کوئی روایت مجھے نہ مل سکی۔ ساتھ ہی مدینہ منورہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر شریف کا کوئی نشان بھی نہیں۔

شیخ محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے زیارت روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر مانی تو بلا اختلاف اس نذر کا پورا کرنا واجب ہے۔

ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے اگر اس نے زیارت مزار اللہ کی نذر مانی تو اس کے لئے زیارت لازمی ہوگی۔ لیکن ظاہر زیارت کے لئے لزوم کے لئے اتنی استطاعت ہونی چاہئے جو

مذرا نے جوئے ج میں مطلوب ہوتی ہے۔ اس شکل میں زیارت کا لازم ہونا مستغفہ ہے۔ کچھ لوگوں کے نزدیک مذرا مانی ہوئی چیز میں یہ شرط ہے کہ وہ ایسی ہو جس کی جنس شرعاً واجب ہو۔ لیکن یہ شاذ قول ہے۔ اسے کوئی اہمیت نہیں دی جاسکتی۔ ساتھ ہی اگر یہ شرط صحیح بھی ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میں یہ شرط پالی جاتی ہے اس طرح کہ آپ کی حیات طیبہ میں آپ کی بارگاہ ملک، ہجرت کرنا شرعاً واجب تھا۔

(زیارت روضہ اور اس ہجرت کی جنس سے ہے)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہیں یہ بات ناپسند تھی کہ کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مکرم کی زیارت کی یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ (عربی میں "زیارت" کا لفظ مُردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر اُردو میں یہ لفظ مقامات مقدسہ اور مزارات اولیاء کے لئے بولا جاتا ہے اس طرح اُردو میں اس کا استعمال بالکل صحیح ہے) ابن رشد نے جو آپ کے مقلدین میں سے ہیں اس کی تشریح یہ کی ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ لفظ زیارت زیادہ تر مُردوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رحلت کے بعد ایک کامل زندگی عطا فرمائی ہے۔ اور یہی زندگی اب تک بے ستر جاری ہے اور ہمیشہ آئندہ بھی رہے گی۔ اور یہ تو کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اس میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی شریک ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی حسی غذا سے بے نیاز ہو کر کامل زندگی کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور ان کے جسم شریف میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی بھی نہیں آئی ہے اور نہ جسم کے کبھی حصہ کو زمین فگن سکی ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا بھی یہی حال ہے۔ ابن ماجہ نے مرثعاً روایت کی ہے:

بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرمادیا ہے
کہ وہ انبیاء کے جسم کھائے۔

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ
تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ

بیہقی نے البرہانیہ سے روایت کی ہے :

<p>یا شہر زمین انبیاء کرام کے گشت (روایت) گلا نہیں سکتی اور نہ ہی زندہ اسے کہا سکتے ہیں۔</p>	<p>إِنَّ خُفُومَ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُبْلِيهَا الْأَرْضُ وَتَأْكُلُهَا السَّبَاعُ۔</p>
--	--

زر قانی نے مواہب لدنیہ کی شرح میں بھی یہ حدیث نقل کی ہے۔

”المجوهر المنظم“ میں لکھا ہے کہ اس پر اجماع ہے۔ بقول بعض علماء، مؤذنین اور شہداء حضرات کا بھی یہی حال ہے۔ البرہانی نے ثقہ راویوں سے اور بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

<p>انبیاء زندہ ہیں اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔</p>	<p>الْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يُصَلُّونَ۔</p>
--	---

(شرح مواہب لدنیہ، زر قانی)

ابوداؤد نے حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ سے لکھا ہے بھی روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

<p>کوئی بھی شخص مجھے سلام کرتا ہے واللہ تعالیٰ میری روح مجھ تک لوٹا دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔</p>	<p>مَا مِنْ أَحَدٍ يَسَلِّمُ عَلَيَّ الْأَرَدَ اللَّهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرْدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ</p>
---	--

جس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ میری روح مشغول ہوتی ہے اور اسے رب اعلیٰ کی جناب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استغراق ہوتا ہے۔ اور جب کوئی شخص مجھے سلام پیش کرتا ہے تو میری روح اس کی طرف متوجہ ہوجاتی ہے۔ اس طرح روح دلپس کرنے سے کاینہ توبہ اور التفات مُراد ہے۔

ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وائیں اور ابدی زندگی کے ساتھ زندہ جاوید ہیں۔ اور ایک وقت حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کا ہزاروں لاکھوں انسانوں کی طرف توجہ فرمانا کوئی بعید نہیں۔
شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

كَالشَّمْسِ فِي وَسْطِ السَّمَاءِ وَنُورُهَا

يَفْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَمَغَارِبًا

آپ آفتاب کی طرح ہیں جو آسمان کے پیچ ہوتا ہے اور اس کی روشنی مشرق و
مغرب کے سارے شہروں کو عادی ہوتی ہے۔

”الجوہر النظم“ میں لکھا ہے مذکورہ بالا حدیث میں روح سے مراد گرائی ہے مجازاً روح
سے گریائی مراد لینے میں معنی حقیقی اور بہازی کے درمیان علاقتہ تلازم کا ہے یعنی روح کے لئے
گریائی غالباً لازم ہوتی ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ روح واپس کرنے سے سرور و شادمانی مراد ہے (اس صورت
میں حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب کوئی مومن مجھے سلام کرتا ہے تو مجھے مسرت حاصل ہوتی ہے)
حضورؐ کی جنگ کے دوران جب مسجد شریف میں اذان و اقامت اور نماز نہ ہو سکی تھی
اھل لنگ مسجد سے باہر تھے۔ اور حضرت سعید بن مسیب مسجد میں اقامت پذیر تھے اس وقت
انہوں نے مسجد میں حجر و شریف اور روضۃ النور کے اندر سے اذان و اقامت تین دن تک سنی تھی۔ یہ
واقعہ مشہور ہے اور اہل کو ابن ہنار وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لفظ زیارت کا استعمال امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک ناپسندیدہ ہے جس کی ایک تفصیلی وجہ بیان کی جا چکی (ناپسندیدگی کی دوسری وجہ یہ بتائی
گئی ہے کہ زیارت زیادہ تر میت کو نفع پہنچانے کے لئے ہوتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی زیارت کی یہ شان نہیں بلکہ خدو زائر کو اس سے نفع پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان اعلیٰ اور کمیں زیادہ بلند ہے۔

مجموعہ کا مذہب مختار یہ ہے کہ زیارت کا لفظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مکروہ نہیں اور یہ بالکل ظاہر ہے شیخ دہلوی کا یہ خیال ہے۔ اسی مسلک مفتی کی تائید امارت مذکورہ کے الفاظ بھی کر رہے ہیں۔

حرمین شریفین کی زیارت کرنے والے پر اگر حج فرض ہو تو حج سے ابتداء کرے۔ اس لئے کہ فرض غیر فرض پر مقدم ہوتا ہے۔ اور اگر اس نے مدینہ منورہ سے زیارت شروع کی تو یہ بھی جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نفل کا فرض پر مقدم کرنا جبکہ فرض کے فوت ہونے کا خوف نہ ہو جائز ہے۔ (شرح المناسک) — اگر حج نفل ہو تو زیارت روضہ انور اور حج میں سے جس سے زائر چاہے ابتداء کرے۔

حج نفل کی صورت میں اسے اختیار ہو گا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے اس کا گزر نہ ہو کیونکہ وہاں سے گزرنے کی صورت میں بہر حال روضہ انور کی زیارت سے ابتدا ناگزیر ہوگی۔ یعنی زائر کو اختیار اس وقت ہو گا جب مدینہ طیبہ اس کے راستے میں نہ ہو اور روضہ انور سے اسے گزرنا نہ ہو۔ اور اگر اس کا گزر مدینہ سے ہو۔ جیسے شام کے لوگ تو اسے قطعاً زیارت نبی ہی سے ابتداء کرنی ہوگی۔ اس لئے کہ زیارت کا اس کے قرب کے باوجود ترک کرنا بدعتی اور قساوت کلی دین ہے۔

اس صورت میں زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وسیع بنے گی اور نماز فرض سے پہلے کی سنتوں کے قائم مقام ہوگی۔ (رد المحتار)

جب زائر حسن نیت اور صدق قلب کے ساتھ زیارت کا ارادہ کرے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں زیادہ سے زیادہ درود و سلام پیش کرے اس لئے کہ یہ عمل دنیا و آخرت کی کامرانی کا سبب ہے۔ اور اس سے قبول زیارت کی امید ہوتی ہے۔

مستحسن یہ ہے کہ درود بلا آواز پڑھے۔ اس لئے کہ یہ طریقہ زیارے سے پاک تر ہے اور اگر آواز سے پڑھے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن بہت تیز آواز کے ساتھ نہ پڑھنا چاہیے (مسائل الارکان)

ایک قول یہ ہے کہ زور سے پسنے ہی میں زیادہ شتوع و خضوع پیدا ہو تو زائر کے لئے یہی افضل ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ یہ طریقہ زیادہ سے پاک اور کسی سونے والے یا نماز پڑھنے والے کے لئے عمل نہ ہو اور جب جبل مغرب سے قریب پہنچے تو اس کے لئے مستحسن ہے کہ مدینہ منورہ کا نظارہ کرنے کے لئے اس پر چڑھے۔

کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے :

قُرْبُ الدِّيَارِ يَزِيدُ شَوْقَ نَوَالِهِ

لَا سِيَّامَاتٍ لَّا حَ شَوْرُ جَمَالِهِ

دیار حبیب کا قرب اس کے زائشات کے اشتیاق میں اضافہ کر دیتا ہے بالخصوص حبیب کے جمال کے فوری اگر جھلک دکھ جائے۔

شیخ دہلوی نے لکھا ہے اگر لوگ اس پڑھنے کو سنت سمجھیں تو ان کے لئے نہ چڑھنا ہی افضل ہے۔ اور حب زار حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کنوؤں کے قریب ذوالحلیفہ کی مسجد میں پہنچے اور اسے اپنے جان و مال کا خطرہ نہ ہو تو اس میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج یا عمرہ سے واپس ہوتے تو ذوالحلیفہ کی سنگلاخ زمین پر اپنی سواری بیٹھتے اور نماز ادا فرماتے۔ (الجوہر النظم)

زار حبیب مدینہ منورہ کے قریب پہنچ جائے تو اپنے اندر زیادہ سے زیادہ شتوع و خضوع اور شوق پیدا کرے۔ اپنی سواری کی رفتار بڑھائے اور اگر پا پیادہ ہو تو تیز چلے۔ یہ ساری باتیں مدینہ منورہ سے محبت کی علامت ہیں۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

وَمِنْ مَّذْهَبِي حُبُّ الدِّيَارِ لَا هُلَا

وَالنَّاسِ فِيمَا لَعَشَقُوا مَذَاهِبَ

دیار حبیب کی محبت، حبیب کے سبب میرا اپنا مذہب ہے اور لوگوں

کے محبت میں مختلف طریقے ہیں۔ (الگ الگ مزاج الگ معشوق رکھتے ہیں
لیکن میرا معشوق تو منزل حبیب ہے)

بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینے کی دیواریں نظر آنے لگتیں تو اپنی اونٹنی کو دوڑاتے اور
اگر کبھی اور سواری پر ہوتے تو اسے بھی محبت مدینہ کی وجہ سے تیز کر دیتے۔

زائر زیادہ سے زیادہ درود و سلام پیش کرنے کی کوشش کرے۔

بعض آثار میں آیا ہے کہ عازم زیارت جب مدینہ منورہ سے قریب پہنچ جاتا ہے
تو فرشتے رحمت کے ہدیوں اور طرح طرح کی بشارتوں کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں۔
کسی نے کیا خوب کہا ہے،

بِطَيْبٍ رَّسُولِ اللَّهِ طَابَ نَسِيمُهَا

فَمَا الْبَسَامُ وَالْكَافُورُ وَالسُّتَدْلُ الْوُطْبُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے نسیم مدینہ خوشبودار ہو گئی ہے مشک
کیا ہے۔ کافور کیا اور ستدر کیا ہے۔ (نسیم مدینہ کے سامنے یہ سب پہنچے ہیں)

مدینہ منورہ کی عمارتوں اور اس کے درختوں پر جب اس کی نظر پڑے تو درود و سلام
میں اور اضافہ کر دے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ اس زیارت کے طفیل اسے دوزخ جہاں
میں نفع مرحمت فرمائے اور یہ دعا بھی پڑھے۔

اے اللہ یہ تیرے نبی کا حرم ہے۔ اس
لئے تو اس کو میرے لئے جہنم سے بچاؤ گا
سامان اور عذاب اور بُرے حساب سے
امان کا ذریعہ بنارے۔

اَللّٰهُمَّ هَذَا حَرَمُ نَبِيِّكَ
فَاَجْعَلْهُ وَقَايَةً مِنَ النَّارِ
وَ اَمَّا نَا حَرَمَ الْعَذَابِ وَ
مُسَوِّجَ الْحِسَابِ۔

مدینہ میں داخلہ سے قبل کی ہدایات یہ ہیں: مسواک کرنا۔ غسل کرنا یا وضو کرنا۔ غسل افضل

ہے اور اگر یہ داخل ہو سکے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہونے سے قبل ہی کر لینا چاہیے۔ اور اپنی حیثیت کے مطابق سب سے عمدہ کپڑے پہننا یا کپڑا افضل ہے اور سفید زیادہ بہتر ہے۔ اور خوشبو لگانا۔ (والاقتیاریہ)

اور احرام باندھتے وقت جن تپسندیہ چیزوں کا جسم سے دور کرنا ضروری ہے مثلاً
موتے بغل اور موتے زیر ناف اور ناخن وغیرہ ان سب کا دور کرنا۔ (الجوهر المنظم)
لبض جاہل عوام احرام کا لباس پہنتے ہیں اس سے احتیاب کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ احرام کا لباس حرم مکہ کی خصوصیات سے ہے۔ (شیخ دہلوی)

مدینہ منورہ پر نظر پڑتے ہی لوگ جو اپنی سواریوں سے اتر جاتے ہیں اور پیدل چلنے لگتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہ اولیٰ اور افضل ہے۔ (الجوهر المنظم) میں لکھا ہے بہتر یہ ہے کہ جب زائر سواری سے اتر پڑے اور اس کو قدرت ہو اور پاؤں نہیں ہونے کا خوف نہ ہو تو ننگے پاؤں چلے اور اگر ہو سکے تو مسجد تک لیں ہی جائے۔
کسی نے کیا خوب کہا ہے :

الْبَشَرُ فَقَدْ حَصَلَ الْمُنَى وَقَدْ الْقَضَى

زَمَنْ الْجَفَا وَالْوَقْتُ وَفَتْ حَلِيبَ

شار ہو جاؤ آرزو میں پوری ہو چکیں سختی کے دن ختم ہو گئے۔ اب تو
خوشگوار وقت ہے۔

”مواہب“ میں لکھا ہے۔ جب قعبہ عبد القیس کے وفد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ تیزی کے ساتھ اپنی سواریوں سے کود پڑے اور اپنی سواریاں بیٹھائے بغیر ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تیزی سے بڑھے اور آپ کے پائے اقدس کا بوسہ لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو ناپسند نہیں فرمایا اور ان کے سردار آتشج نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ غسلی کیا۔ نہایت عمدہ کپڑے پہنے۔ سنجیدگی اور وقار کے ساتھ مسجد کی طرف چلے مسجد شریف

میں داخل ہوئے۔ دو رکعت نماز ادا کی اور دُعا کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ پسند فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ تم میں دو ایسی خصلتیں ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں۔ سبیدگی اور اطمینان (مسلم و تبصرہ) شیخ دہلوی) پھر زائر مدینہ منورہ میں داخل ہو۔ واند کے وقت بسم اللہ کے بعد یہ آیت پڑھے

رَبِّ اَوْحِنِيْ مُدْخِلٌ مُّدْقِيْ وَ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجٌ صِدْقِيْ وَ اجْعَلْ

لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ مُلْكًا نَّافِعِيْرًا

پھر یہ دُعا پڑھے :

اے اللہ ہمارے آقا محمد اور ہمارے آقا محمد کی آل پر درود نازل فرما اور میرے لئے میرے گنا بخش دے اور میرے لئے اپنی رحمت اور فضل کے دروازے کھول دے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلَى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ
اغْفِرْ لِيْ ذُنُوْبِيْ وَ اَنْتَ اَعْلَمُ
اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَ فَضْلِكَ

یہ دُعا پڑھنا بھی منقول ہے :

اے اللہ میرے لئے اپنے رحمت کے دروازے کھول دے اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے وہ حقہ مرحمت فرما جو تو نے اپنے ولیوں اور اعلیٰ امت شماروں کو دیئے ہیں اور مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما بہترین مسؤل تو ہی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اَعْلَمُ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ
وَاَرْزَقْنِيْ مِنْ زِيَارَةِ رَسُوْلِ
اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا
رَزَقْتَ اَوْلِيَائِكَ وَ اَهْلَ
طَاعَتِكَ وَ اغْفِرْ لِيْ وَ اِنْحَنِ

يَا خَيْرَ مَسْئُوْلٍ

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دُعا بھی پڑھنی چاہیے :

اے اللہ یہ تیرے رسول کا حرم ہے تو اس کو میرے لئے جہنم سے حفاظت کا سامان اور

اَللّٰهُمَّ هٰذَا حَرَمُ رَسُوْلِكَ
فَاَجْعَلْهُ لِيْ وَقَايَةً مِنَ النَّارِ

عذاب اور بُرے حساب سے امان کا
ذریعہ بنائے۔

وَأَمَّا نِصَبُ الْعَذَابِ وَنُصُوبِ
الْحِسَابِ۔

داخل ہونے کے وقت زائر کو ظاہر و باطن دونوں حیثیتوں سے خاشع و خاضع رہنا چاہیے
اور اپنے سینے میں مبارک مقام کی عظمت رکھنی چاہیے اور یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ یہ وہی
مقام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔
اور جب چلے تو اس عظیم تصور کو اپنے قلب میں جمائے ہوئے ہو کہ میرے پاؤں جس
جگہ پڑ رہے ہیں تو ہم ناز مصطفیٰ یہاں پڑ چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ
منورہ کے راستوں میں ادباً سواری نہ کرتے۔

مسجد سے بلا کسی اہم ضرورت مثلاً مال و زن کی حفاظت وغیرہ کے کہیں اور نہ جائے
عورتوں کو رات میں روغنہ الفری کی زیارت کرنا زیادہ بہتر ہے (شرح المناسک)
اور زائر جب مسجد نبوی میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو باب جبریل سے داخل
ہو۔ اسی دروازہ سے داخل ہونا افضل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازہ سے داخل
ہوتے تھے۔ (جمال طبری وغیرہ)

پہلے دایاں پاؤں مسجد میں رکھے اور یہ دعا پڑھے،

اے اللہ ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
پر اور ہمارے آقا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
کی آل و اصحاب پر درود نازل فرما۔ اے
اللہ میرے لئے میرے گناہ بخش دے اور
میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے
کھول دے۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ وَتَحَبَّهِ اللَّهُمَّ
اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ
لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

(فتح القدیر)

مسجد مال میں داخل ہونے سے قبل کچھ صدقہ کرنا مستحب ہے۔ اور صدقہ کا مال

اہل مدینہ کو دینا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کا اعزاز حاصل ہے۔ (المجوہر المنظم)

آداب سے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ مسجد نبوی شریف میں داخل ہوتے وقت دروازہ پر تھوڑا سا ٹھہرنا چاہیے جیسے داخلے کی اجازت لے رہا ہو۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور حال و آداب کے مناسب بھی نہیں۔

نار مسجد شریف میں نہایت خضوع و خشوع کے عالم میں اطمینان و وقار کے ساتھ داخل ہو اور مسجد کی زینت اور دوسری جاذب چیزوں سے اپنی نگاہ پست رکھے اور اگر کوئی شخص اس کے پاس آئے تو اس سے چشم پوشی کرے اور اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور جب مسجد عالی میں داخل ہو تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل جو اس کو عظمت و نفیست حاصل ہوئی ہے اس کو پیش نظر رکھے اور یہ بھی پیش نظر رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی ہدایت اور تابندہ شریعت کی ظاہری اور باطنی تعلیمات کے ساتھ ان کی تربیت کے لئے اسی مسجد میں مستقل تشریف رکھتے تھے۔

صحیح حدیث ہے :

جس نے میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھیں کہ اس سے کوئی نافرابت نہیں ہوئی اس کے لئے جہنم سے آزادی، عذاب سے غلامی اور نفاق سے نجات لکھ دی گئی۔

مَنْ صَلَّى فِي مَسْجِدِي
أَرْبَعِينَ صَلَوةً لَا تَفُوتُهُ
صَلَوةً كُتِبَ لَهُ بَرَاءَةٌ
مِنَ الْعَذَابِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ
النِّفَاقِ۔ (المجوہر المنظم)

پھر ناز منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو اور اس کے پاس دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری رکعت میں سورہ انفلاس پڑھے۔

اور اگر فرض نماز کے لئے اقامت کہی جا چکی ہو یا تحیتہ المسجد میں مشغول ہونے سے فرض کے فوت ہونے کا خوف ہو تو وہ تحیتہ المسجد کا پابند نہ رہے گا۔ اور مقصد فرض سے بھی حاصل ہو جائے گا۔

”مواہب“ میں حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے انہوں نے کہا میں ایک سفر سے واپس ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ مسجد کے صحن میں تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا کیا تم نے مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھی؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ نے فرمایا مسجد جاؤ اور اس میں نماز ادا کرو پھر مجھے سلام عرض کرو۔

زائر نماز کے لئے محراب کے کنارے منبر سے متصل کھڑا ہو۔ کھڑے ہونے کی جگہ کی علامت لوگوں نے یہ بتائی ہے کہ منبر شریف کا ستون اس کے دائیں منڈے کے مقابل اس ستون کے سامنے ہو جس کے نیچے صندوق ہے اور مسجد کے قبلہ کی لکڑی اس کے نظروں کے سامنے ہو۔ (رسائل الارکان)

لیکن صندوق اور ستون وغیرہ کا یہ تعارف مسجد شریف میں آگ لگنے سے قبل کا ہے اس وقت ان میں کوئی چیز باقی نہیں (منسک کبیر) اس لئے اب کھڑا ہونے والا سنگ مرمر سے آراستہ مقام جو محراب بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مشہور ہے اس کے مغربی جانب کو ترجیح دے۔ اور اگر وہ اس محراب سے اس قدر کچ اور منحرف ہو کہ وہ محراب اس کے بائیں جانب ہو تو بس وہی کھڑے ہونے کی جگہ ہے یہ جگہ روضۃ انور اور آپ کے منبر شریف کے بیچ میں واقع ہے جسے روضۃ تین ریاض الجنۃ جنت کی کیاریں ہیں سے ایک کیاری فرمایا گیا ہے یہ مقام چکر حوض کی مانند ہے۔ اس کا طول روضۃ انور اور منبر شریف کا درمیانی حصہ ہے اس کے عرض کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ اس کے عرض کی مدد جانب شمال میں ستون حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے۔ اکثر علماء کا یہی قول ہے اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ ستون وفود کی صف ہے بعض نے اس قول کو صحیح بتایا ہے۔ (شرح المناسک)

روضہ الزہد اور منبر شریف کا درمیانی حصہ ساڑھے تریسین ہاتھ کے بعد رہے (فتح القدیر)
اگر وہ اس خاص مقام پر کامیاب نہ ہو سکے تو منبر سے متصل کیاری کے اندر قریبی مقام پر۔ اگر
یہ بھی نہیں تو اس سے قریب مقام پر کھڑا ہو۔ نماز کے بعد اللہ کا سجدہ شکر بجلانے جس نے
اس کو اس عظیم نعمت کی توفیق بخشی ہے۔ (الاختیار)

یہ سجدہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی بنا پر ہوگا۔ ان کے نزدیک ایک سجدہ شکر مشروع
ہے یا اس بنا پر کہ اس وقت سجدہ شکر ہمارے تینوں ائمہ کے نزدیک مستفاد ہے ان اس کے
علاوہ کسی اور موقع پر سجدہ شکر روا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے (رسائل الارکان)
نماز و سجدہ کے بعد حسب مرضی دعا کرے۔

بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ (حضرت ابو ہریرہ) نبی صلی
اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْبَرِي عَلَى حَوْضٍ | میرا منبر میرے حوض پر ہے۔

بعض علماء کی تشریح کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے منبر شریف کے پاس
مستقل اللہ کی مبارکت کی اسے حوض کوثر سے پلایا جائے گا۔

اکثر علماء نے یہ تشریح کی ہے کہ یہ منبر بعینہ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں خطبہ
دیتے تھے اور جس پر یہ ارشاد فرمایا۔ مَنْبَرِي عَلَى حَوْضِي اسی کو اللہ تعالیٰ آپ کے حوض
پر واپس لے جائے گا۔ قاضی عیاض نے اسی تشریح کو ظاہر تر بتایا ہے اور بعض کا یہ خیال
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کے حوض پر ایک منبر ہوگا۔ (یعنی)

صحیح قول کے مطابق آپ کے منبر شریف کا طول دو ہاتھ، عرض ایک ہاتھ اور اس کی
سیڑھیاں تین اور ہر سیڑھی کا طول ایک ہاشت تھا۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ
عنہ نے سب سے پہلے منبر شریف کو قطب کی پڑے سے ملبوس فرمایا۔

مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مروان کو لکھا کہ وہ

منبر شریف ان کے پاس روانہ کر دے۔ مروان نے اس کو اکھڑنے کا حکم دیا گیا۔ جب اس نے منبر کو اس کی جگہ سے ہلایا۔ سورج میں گہن لگ گیا۔ دُنیا تاریک ہو گئی اس حد تک کہ ستارے نکل آئے پھر اس نے (مروان نے) تقریر کی اس نے کہا مجھے امیر المؤمنین نے حکم دیا تھا کہ میں اس کو اٹھاؤں پھر اس نے بڑھئی کو ہلایا۔ چھ سیڑھیاں مزید بڑھائیں اور منبر شریف اس پر رکھ دیا اس طرح (زیڑھیاں کا منبر ہو گیا) پھر غینہ مہدی نے اس کی مقدار میں مزید اضافہ کرنا چاہا تو امام ماکہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو منع فرمایا۔

جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ منبر امتداد زمانہ کے سبب بوسیدہ ہو گیا تو بعض خلفائے عباسیہ نے نیا منبر بنایا اور منبر شریف سے بغرض تبرک کٹنگیاں بنائی گئیں۔ پھر خلفائے عباسیہ کا بنایا ہوا منبر ۶۵۲ء میں آگ کی نظر ہو گیا اسی طرح آج تک سلاطین و قت کی تو بہ منبر شریف کی تجدید کی طرف ہوتی رہی (جذب القلوب) بخاری نے حضرت عبداللہ بن زید مازنی سے روایت کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

مَابِیْنِ بَیْتِیْ وَ مِمْبَرِیْ	میرے گھر اور منبر کے درمیان کا حصہ جنت
رَوْضَةٌ مِّنْ رَّیَاضِ الْجَنَّةِ	کی کھادیں ہیں سے ایک کھادی ہے۔

زرقانی نے اس کی تشریح فرمائی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں بیتی سے مراد آپ کے گھروں ہیں ایک گھر ہے سب نہیں یعنی حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا جس میں روضۃ النور ہے۔ اس لفظ کے ساتھ حدیث بھی موجود ہے۔

طبرانی نے "اوسط" میں یہ روایت نقل کی ہے :

مَابِیْنِ الْمِمْبَرِ وَ بَیْتِ عَائِشَةَ	منبر اور عائشہ کے گھر کا درمیان کا حصہ جنت
رَوْضَةٌ مِّنْ رَّیَاضِ الْجَنَّةِ	کی کھادیں ہیں سے ایک کھادی ہے۔

ایک روایت یہ بھی ہے :

میرے حجرہ اور میری نماز پڑھنے کی جگہ
کے درمیان۔

مَابَيْنَ حُجْرَتِي وَمُصَلَّاتِي

یعنی مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی جگہ اور میرے حجرے کے درمیان یہ کیاری واقع ہے۔
بعض نے حدیث کے لفظ ”مُصَلَّاتِي“ کو عید گاہ پر محمول کیا ہے جو مدینہ منورہ کے شہر پناہ کے
باہر مکہ مکرمہ کے راستے میں واقع ہے۔

بزار اور طبرانی کی روایت میں بیہی، کی جگہ لفظ ”قبری“ موجود ہے۔ ماصل ایک ہی
ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ الف حُفْرَتِ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں ہے اور یہی
حجرہ ان کا گھر بھی ہے۔ حدیث کا معنی یہ ہے کہ اس حصہ میں عبادت جنت کے باغ نکلت
پہنچاتی ہے۔ (مواعظ لدنیہ)

لیکن اس میں کلام ہے۔ اس لئے کہ اسی جگہ کی یہ خصوصیت تو ہے نہیں۔ حدیث کا مقصد
صرف اس مقام کی عظمت کا اظہار ہے۔ یا یہ مفہوم ہے کہ وہ حصہ رحمت کے نازل ہونے میں
جنت کے باغات میں سے ایک باغ کے مثل ہے یا یہ مطلب کہ وہ حصہ جنت سے کاٹ
کر لایا گیا ہے اگرچہ بھوک و غیرہ سے مانع نہیں۔ کیونکہ یہ دنیاوی اوصاف کا حامل ہو گیا ہے
جیسے حجر اسود۔

یہ بھی جنت کا ایک یا قوت (ایک بہت قیمتی پتھر) ہے۔ بنی آدم کے گناہوں
سے یہ سیاہ ہو گیا ہے ورنہ چمکتا تھا اس طرح ان دو ٹکڑوں میں جنت کے بعینہ اوصاف
نہیں رہ گئے ہیں۔

”لمعات“ میں شیخ محقق نے لکھا ہے کہ معقین کا کہنا ہے کہ یہ ارشادِ دگر اسی
حقیقت پر محمول ہے اس طرح کہ بروز قیامت یہ جگہ بعینہ جنت الفردوس اعلیٰ میں منتقل کر
دی جائے گی اور جنت کی کیاریوں میں ایک کیاری ہو جائے گی۔ دنیا کی اور جگہوں کی طرح یہ
فنا نہ ہوگی۔

یعنی نے کہا ہے کہ بہت سے علماء نے اس حدیث کے ظاہری معنی لئے ہیں اور یہ فرمایا ہے کہ یہ جگہ بعینہ جنت میں لے جائی جائے گی۔ ابن حجر مستطانی اور اکثر محدثین نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے اور ابن فرحون نے بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہی قول نقل کیا ہے۔

پھر زائرِ ادب سے اُنٹھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کی طرف متوجہ ہو کر کسی نے کیا خوب کہا ہے:

نَفْسِ الْفِدَا لِقَبْرِ أَنْتَ سَاكِنَةٌ

فِيهِ الْعَفَا وَفِيهِ الْجَوْدُ وَالْكَرَمُ

میری جان نثار اس قبر پر جس میں آپ تشریف فرما ہیں۔ اسی میں پاکبازی بھی ہے اور اسی میں جو در و کرم بھی۔

مردی ہے کہ روزانہ فجر کے وقت ستر ہزار فرشتے اُترتے ہیں۔ روضہ الزور کو گھیرے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود پیش کرتے ہیں۔ یہی سلسلہ شام تک جاری رہتا ہے پھر وہ اوپر واپس چلے جاتے ہیں اور انہیں کی مثل (ستر ہزار) اُترتے ہیں اور یہ بھی فجر تک ایسے ہی کرتے ہیں (روضہ الزور کو گھیرے ہوئے درود و سلام میں مشغول رہتے ہیں) اور یہی سلسلہ قیامت تک رہے گا۔ (بیہقی)

”الجموعہ المنظمہ“ میں مرقوم ہے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ زائر کے لئے بہتر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پاؤں کی طرف سے حاضر ہو۔

اس طرح آنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی طرف سے آنے کے مقابلے میں کہیں زیادہ ادب ہے۔

لیکن بظاہر اس کے برعکس ہونا چاہیے اس لئے کہ سر مبارک سے شروع کرنے میں

سب سے اشرف پھر اس سے کم اشرف کو مقدم کرنے کی ترتیب ملحوظ ہوتی ہے۔ اس لئے یہی صورت انتہام میں کسی بھی شکل سے زیادہ بہتر بلکہ زیادہ باادب بھی ہے۔

پھر وہ وہاں نماز میں کھڑے ہونے کی طرح کھڑا ہو۔ (الاختیار)
اپنا رایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے ہوئے۔ (کرمانی) استقبال قبلہ کئے ہوئے شروع و ختم کے عالم میں ہو۔

”فتح القدیر“ میں ہے کہ زائر جب روضہ مطہرہ پر حاضر ہو تو اس کی دیوار کی طرف اس کا چہرہ اور قبلہ کی طرف اس کی پشت ہو۔ ستون سے چار ہاتھ دور کھڑا ہو یہ ستون روضہ مطہرہ کی دیوار کے گوشہ میں روضہ النور کے سر ہانے واقع ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے انہوں (ابن عمر) نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر قبلہ کی طرف سے حاضر ہونا اور اپنی پشت قبلہ کی طرف اور اپنا چہرہ روضہ النور کی طرف کر کے یہ کہنا مسنون ہے۔

اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ اے اللہ کے رسول میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ
إِنِّي أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا
اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَنَّكَ
عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

”الجوہر النظم“ میں ہے۔ زائر جب روضہ النور پر حاضر ہو تو قبلہ کی طرف اس کی پشت ہو اور آپ کے چہرہ مبارک کی طرف اس کا چہرہ ہو۔ اس کی علامت منہ پر پانی چڑھی چاندی کی کیل ہے۔ یہ کیل روضہ النور کی دیوار میں لگے ہوئے ایک سرخ سنگ مرمر کے ٹکڑے میں گڑھی ہوئی ہے۔ یہی کیل آپ کے چہرہ مبارک کے سامنے ہے۔ اس طرح جو شخص بھی اس کیل کے سامنے ہو گا وہ چہرہ مبارک کے بھی سامنے ہو گا۔ اور جب وہ وہاں

کھڑا ہوگا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑا ہوگا۔
اُرد اگر وہ بیٹھ جائے تو بھی کوئی حرج نہیں لیکن کھڑا ہونا مستقول ہے اور اُوب بھی
اس میں نسبتاً زیادہ ہے۔

اگر وہ بیٹھے تو روزِ زانو بیٹھے یا سرین پر سہارا کر بیٹھے اس لئے کہ یہ طریقہ
چہار زانو یا کھجی اور طرح بیٹھے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُوب کے زیادہ مناسب
ہے۔ (المجموع المنظم)

روضۃ النور سے تین اُتھ کی دُوری پر رہنا چاہیے جیسا کہ ابن عبد السلام نے بتایا
ہے۔ یا چار اُتھ کی دُوری پر جیسا کہ نووی کی ”ایضاح“ میں ہے۔ اس سے زیادہ
قریب نہ ہونا چاہیے۔

زرقانی نے لکھا ہے یہ بات زمانہ اولیٰ کے اعتبار سے تھی لیکن اب تو مرقد النور
پر ایک چوڑا سا حجرہ ہے جو زائر کو قریب ہونے سے خود مانع ہوتا ہے اور زائر اب
جالی کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ بعض نے یہی کہا ہے۔

ابن حجر نے لکھا ہے دُوری جتنی زیادہ ہو اتنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ اسی میں
زیادہ اُوب ہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے زائر روضۃ مکرمہ سے اتنا دُور ہے جتنا ان کی حیات طیبہ
میں حاضر ہوا تو وہ دُور رہتا

جس سے ظاہر ہے کہ یہ دُوری اشخاص اور حالات کے اعتبار سے مختلف ہوگی۔
”نظام المسئعات“ میں لکھا ہے کہ زائر حجرہ شریف سے ایک نیزے کے
بقدر دُوری پر کھڑا ہو۔ وہاں کی ظاہری آتش کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ اس کی نگاہ اس قدر پست ہو
کہ زمین پر یا روضۃ النور کے سامنے کی دیوار کے نیچے جتنے پر پڑ رہی ہو۔

روضۃ النور کی دیوار پر ہاتھ رکھ کر چھونا اور چومنا نہ چاہیے۔ اس لئے کہ روضۃ النور

کی دیوار پر ہاتھ پھیرنا یا اس کا برسہ لینا مکروہ ہے جیسا کہ نووی نے لکھا ہے اور نہ اس سے چپکنا چاہیے۔ (شرح الناسک)

”الحجۃ المنظمہ“ میں مرقوم ہے: عیسیٰ اور ہمارے دوسرے آئمہ نے فرمایا ہے۔ پشت و شکم کا روضۃ الزکر کی دیوار سے لگانا مکروہ ہے، مناسب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کو گھیرے ہوئے دیوار بھی روضۃ مقدسہ کی دیوار کے حکم میں ہے اور اس سے بھی پشت وغیرہ لگانا مکروہ ہو۔ روضۃ انور کی طرف رخ کر کے سجدہ نہ کرنا چاہیے اور نہ اپنا چہرہ منی سے آلودہ کرنا چاہیے ہاں جس شخص پر وجہ کا غلبہ ہو جائے تو وہ معذور ہے۔

وہد کی مثالوں میں عمدہ سند کے ساتھ مروی یہ روایت ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ جب شام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ انور کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تو رونے لگے اور اپنا چہرہ مرتد الطہر پر رگونے لگے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی منقول ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتد انور سے ایک مشت خاک اٹھائی اور اس کو اپنی آنکھوں پر رکھا اور رونے لگیں۔ (الحجۃ المنظمہ)

جال شریف کا برسہ لینا چاہیے۔ اسی طرح کے اور کام جسے جاہل ادب بانٹتے ہیں اور شریعت میں وہ جائز نہیں اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

اگر اگر ان میں سے کوئی فعل کیفیت و ہد کے غلبہ اور شوق و محبت کے حامی ہو جانے کے سبب سے سرزد ہو جائے تو معذوری ہے۔ (شیخ وحوی)

نووی نے ”ایضاح“ میں لکھا ہے جس کے دل میں یہ خیال آئے کہ مسج وغیرہ کرنے میں بہت برکت ہے یہ اس کی لامعی اور غفلت ہے اس لئے کہ خیر و برکت تو صرف اس میں ہے جو شریعت اور علماء کے ارشادات کے موافق ہو، صحیح عمل کی خلاف ورزی میں ثواب و فضیلت کا حصول ممکن نہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے ایک شخص کو اپنا ہاتھ روضہ النور پر رکھے ہوئے دیکھا۔ اس سے اس کو منع کیا اور فرمایا ہم اس سے اس حد تک قریب ہونا اچھا نہیں سمجھتے۔ اور یہ کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ اولیاء کرام کے مزارات کا چھونا اور ان کا بوسہ لینا مکروہ ہے۔ ہاں زائر پر وجہ و مال کا غلبہ ہو جائے تو مکروہ نہیں۔ (ابن حجر)

زرتانی نے رمی سے نقل کیا ہے۔ روضہ النور کا بقصد تبرک بوسہ لینا مکروہ نہیں۔ زودی نے فرمایا ہے اس کی کراہت ہی صحیح ہے۔ علماء نے یہی فرمایا ہے اور اس سے زیادہ تر علماء نے اتفاق کیا ہے۔

کبھی کبھی بعض لوگوں پر شوق و محبت کا ایسا غلبہ ہو جاتا ہے کہ ان کی نظروں سے حجابات اٹھ جاتے ہیں اور ان کا عمل ایسا ہو جاتا ہے گویا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کا اپنے قریب سے مشاہدہ کرتے ہوں۔

اس کی مثال حضرت ابوالقرب رضی اللہ عنہ کا روضہ مطہرہ سے پٹننا ہے یہاں تک کہ مردان نے ان سے ان کی گردن پکڑ کر کہا تھا۔ تمہیں خبر بھی ہے کیا کر رہے ہو وہ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ ہاں میں تمہرے آئیٹ کے پاس نہیں آیا ہوں میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ (المجوہر المنظم)

زائر روضہ مبارک کے گرد طواف نہ کرے۔ طواف کعبہ مکرمہ کی خصوصیات سے ہے اس لئے انبیاء و اولیاء کے مزارات کے گرد حرام ہو گا۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ زودی نے اس کو اتفاق علماء نقل کیا ہے۔ روضہ النور کے لئے بقدر رکوع جھکنا بھی حرام ہے اور صرف سر اور گردن جھکانا مکروہ ہے (ابن حجر)

وہاں کی زمین بھی نہ چومنی چاہیے۔ یہ بھی بدعت ہے لیکن ابن حجر نے یہ بھی فرمایا ہے جو شخص اس پوزیشن میں ہو کہ اس کے حواس و شعور کام نہ کرتے ہوں (وجہ کا غلبہ ہو) اور اس سے اس طرح کا فعل سرزد ہو تو قابل اعتراض بات نہیں۔ روضہ النور کی طرف ہرگز ہرگز نماز یا غیر نماز

میں پشت نہ کرنی چاہیے مگر جب کہ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار ہی نہ ہو۔

اگر روضہ الزور اور زائر کے درمیان دیوار وغیرہ کا پردہ خالی نہ ہو تو مزار الزور کی طرف رخ کر کے بقصد تبرک یا بقصد تعظیم نماز پڑھنا روا نہیں اور اگر اس نے روضہ الزور کی عبادت کا ارادہ کیا تو کافر ہو گیا۔

حجرہ شریف کے پیچھے نماز مکروہ نہیں جبکہ مزار الزور کی طرف چہرہ کرنا مقصود نہ ہو اور جب بھی روضہ الزور کے مقابل اس کی کسی بھی جانب سے اس کا گزیر ہو خواہ مسجد شریف اور دیوار کے باہر ہی سے کیوں نہ ہو وہ کھڑا ہو جائے اور درود و سلام پیش کرے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے بار بار گزر ہو کیا وہ ہر بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرے گا۔ انہوں نے فرمایا: ہاں، میرے نزدیک اس پر یہ لازم ہے۔

آپ کے متقلین میں ابی ریشہ نے اس کی وضاحت یہ کی ہے کہ معنی یہ ہے کہ گزرنے والے پر جب جب گزرے اور جس وقت بھی گزرے آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنا لازم ہے۔

ابن عمر نے فرمایا ہے ابن رشد کے اس لزوم سے سلام کی تاکید مقصود ہے بعض جاہل عوام بغرض تقرب میمانی کجور مسجد شریف میں کھلتے ہیں اور اس کی گھنٹی اس میں ڈالتے ہیں یہ فعل بدعت اور ناپسندیدہ ہے۔ (الناک)

بعض نے اس کجور کا میمانی نام رکھے جانے کی وجہ یہ روایت بتائی ہے جسے ترمذی حموی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے جواب دیا کہ میں ایک دن مدینہ

میں اور اب جب کہ مزار پاک کے ارد گرد دیوار قائم ہے جس پر گنبد پاک تعمیر کیا گیا ہے تو مزار پاک کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی کوئی صورت ہی نہیں۔ ۱۲

کے کس باغ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں۔ ایک لُحْمُور کے درخت سے بہاؤ گندہ ہوا کھجور کا درخت چینیہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور یہ علی سیف اللہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا اس کا نام صیمانی رکھ دو۔ اسی دن سے اس کا نام صیمانی (چینچ لگانے والا) ہو گیا۔

ابن جوزی نے اپنی ”موضوعات“ میں اس سے کچھ مزید تفصیل پر مشتمل یہ حدیث نقل کی ہے اور اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ موضوع ہے۔ (ابن حجر)
ابن زبیر سر اپنا مشروع و مشروع بن کر حضور کی صورت پاک کا تصور باندھے کیونکہ وہ ان کی بارگاہ میں ہے جو زندہ ہیں اس کا حال جانتے اور اس کا کام سنتے ہیں۔
کثرت گناہ کا احساس ہو اور حضور قلب کے ساتھ متوسط آواز سے یہ کہے اس کا خیال رکھے کہ آواز بلند نہ ہو اور نہ بالکل پست ہو۔ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے۔

اور ”شفاء“ میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ روضۃ مقدسہ پر حاضر ہوتے تو یہ کہتے: السَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ، السَّلَامُ عَلَى أَبِي كَبْرٍ، السَّلَامُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ، وَالْهِسْ يَرْتَدُّ۔

بعض علماء نے یہ طویل سلام پیش کرنا پسند فرمایا ہے۔ اسی پر اکثر حضرات کامل ہے۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ	اے اللہ کے رسول آپ پر سلام۔ اے اللہ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ	کے نبی آپ پر سلام۔ اے اللہ کے مخلص

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللَّهِ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللَّهِ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَةَ اللَّهِ مِنْ
 جَمِيعِ خَلْقِهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَةَ
 وَلَدِ آدَمَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ
 اللَّهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَرِيَّةَ الرَّحْمَةِ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْأُمَّةِ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّينَ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُزْمِلُ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُدَثِّرُ
 السَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ
 الطَّيِّبِينَ الَّذِينَ أَذْهَبَ اللَّهُ
 عَنْهُمْ الرِّجْسَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِيرًا
 جَزَاكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ مَا جَزَاكَ
 نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهِ وَرَسُولًا عَنْ
 أُمَّتِهِ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ
 عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ
 قَدْ بَلَغْتَ الرِّسَالَةَ وَأَدَّيْتَ
 الْأَمَانَةَ وَنُصِّيتَ الْأُمَّةَ وَكُفِّنْتَ

آپ پر سلام اے اللہ کی مخلوق میں سب سے
 بہتر آپ پر سلام اے اللہ کی مخلوق میں سب
 سے افضل آپ پر سلام اے بنی آدم کے
 سردار آپ پر سلام اے اللہ کے محبوب
 آپ پر سلام اے رحمت کے نبی آپ پر
 سلام اے امت کی شناعت فرمانے والے
 آپ پر سلام اے رسولوں کے سردار
 آپ پر سلام اے آخری نبی آپ پر
 سلام اے کئی اور مٹنے والے آپ پر
 سلام اے چار پٹنوں والے آپ پر
 سلام آپ پر اور آپ کے پاک ہاں بیت
 پر سلام جن سے اللہ تعالیٰ نے گندگی دور
 فرمادی اور انہیں خوب پاک و صاف
 کر دیا

اللہ ہماری طرف سے آپ کو بہتر براہِ عطا
 فرمائے جو اس نے کسی نبی کو ان کی قوم کی
 طرف سے عطا فرمایا اور کسی رسول کو ان کی
 امت کی طرف سے مہمت فرمایا میں
 شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود
 نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور شہادت
 دیتا ہوں کہ آپ اس کے بندے اور اس

الْغُصَّةَ وَادْعَتْ الْحُجَّةَ وَجَاءَتْ
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَاتَلَتْ عَلَى دِينِ
 اللَّهِ حَتَّى آتَاكَ الْيَقِينَ فَصَلَّى اللَّهُ
 عَلَى رُوحِكَ وَجَسَدِكَ وَقَبْرِكَ
 صَلَوةً دَائِمَةً إِلَى يَوْمِ التَّيْنِ
 يَا رَسُولَ نَحْنُ وَنَدُّكَ وَرُؤَاؤُ
 قَبْرِكَ جُنَّاكَ مِنْ بَلَدٍ شَايِعَةٍ
 وَنَوَاحِي لَبِيدَةٍ قَاصِدِينَ قَضَاءِ
 حَقِّكَ وَالنَّظَرَ إِلَى مَا شَرِكَ وَالْيَأْمَانَ
 بِسَيِّدِيَا رَبِّكَ وَالْإِسْتِشْفَاعَ بِكَ
 إِلَى رَبِّكَ فَإِنَّ الْخَطَايَا تَدْقَعُ
 ظُهُورَنَا وَالْأَذْرَارُ تَدْقَعُ أَعْنَكَ
 كَوْنِ هَمَلْنَا وَأَنْتَ الشَّانِعُ الشُّنْعُ
 السُّعُودُ بِالشُّعَاعِ وَ
 السَّمَقَانِ الْحَمْدُ وَقَدْ قَالَ
 اللَّهُ تَعَالَى وَلَوْ أَنَّهُمْ إِنظَلَمُوا
 أَنْفُسَهُمْ جَاءَتْكَ فَاسْتُغْفِرُوا
 اللَّهُ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ
 لَوَجَدَ اللَّهُ تَوَّابًا رَحِيمًا
 وَقَدْ جُنَّاكَ ظَالِمِينَ
 لَا أَنْفُسَنَا مُسْتَغْفِرِينَ لَدُنْكَ

کے رسول ہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ رسالت
 آپ نے پہنچادی امانت آپ نے ادا
 کردی اور امت کی خیر خواہی فرمائی اور
 نعم و اندوہ دور کئے اور جمعیت و انجہ کردی
 اور اللہ کے راستے میں جہاد فرمایا اور اللہ کے
 دین کے لئے قتال کیا حتیٰ کہ آپ کا پیغام اہل
 آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی روح۔ آپ کے جسم اور
 آپ کے مرقہ پر قیامت تک مسلسل اپنی
 رحمتیں نازل فرماتا رہے۔ اے رسول ہم آپ کی
 زیارت کرنے والے آپ کی خدمت میں
 مقاصد کے کرمافر ہیں آپ کا حق ادا کرنے
 کے ارادہ سے اور آپ کے آثار دیکھنے کے
 لئے اور آپ کی زیارت سے برکت حاصل کرنے
 اور آپ کو اپنے پروردگار کے پاس سفارش بنانے
 کے ارادے سے آپ کی خدمت میں درواز
 شہروں اور علاقوں سے حاضر ہوئے ہیں بلاشبہ
 گناہوں نے ہمارے پشتوں کو توڑ رکھا ہے اور
 بوجھوں نے ہمارے کندھوں کو بوجھل کر رکھا ہے
 آپ ہی وہ شفیع ہیں جن کی شفاعت قبول کی
 جائے گی آپ ہی سے شفاعت اور مقام محمود
 کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے ”اور اگر

نَاشْفَعُ لَنَا إِلَى رَبِّكَ وَاسْتَلِمْ
 أَنْ يُعْمِتَنَا عَنْ مَسْنِكَ وَأَنْ
 لَا يَجْعَلَ هَذَا آخِرَ الْعَمَلِ
 مِنْ قَبْرِكَ وَيَرْزُقْنَا الْعُودَ
 إِلَيْهِ وَأَنْ يَحْشُرَنَا فِي زَمْرِكَ
 وَأَنْ يُؤَيِّدَنَا حَوْضَكَ وَأَنْ
 لِيَسْقِيَنَا بِكَاسِكَ غَيْرَ خَرَّابَا
 وَلَا نَادِمِينَ الشَّفَاعَةَ
 الشَّفَاعَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ

وہ آپ کے پاس آتے جب انہوں نے
 اپنی جانوں پر ظلم کئے پھر وہ اللہ سے مغفرت
 چاہتے اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت
 طلب فرماتے تو وہ یقیناً اللہ کو بہت زیادہ توبہ
 قبول کرنے والا مہربان پاتے ہم اپنی جانوں پر
 ظلم کئے ہوئے اپنی گناہوں سے مغفرت
 چاہتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں آپ ہمارے
 لئے اپنے رب کے پاس شفاعت فرمائیے
 اور اس سے سوال کیجئے کہ وہ ہمیں آپ کی سنت
 پر قائم نصیب کرے اور یہ بھی کہ وہ ہماری
 اس حاضری کو آپ کے روضہ النور کی آخری
 حاضری نہ بنائے اور ہمارے لئے پھر آنا نصیب
 کرے اور ہم کو (بزرگ حشر) آپ کی جماعت
 میں مبعوث کرے اور ہم کو آپ کے حوض پر
 لائے اور ہم کو آپ کا جام پلائے اس طرح
 کہ ہم رسوا و نادوم نہ ہوں۔

الشفاعة الشفاعة يا رسول الله، تین بار کہے۔

اے ہمارے رب ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو
 ایمان پر ہم سے پہلے گذر گئے بخش دے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ
 سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (الآیۃ)

پوری آیت پڑھے۔

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مِنَ الْخَوْفِ بِهِ | اے مخلوق کے سب سے زیادہ کرم کرنے والے

سَوَّاتٍ عِنْدَ حُكْمِ الْحَادِثِ
الْعَسَمِ.

كَاشَا أَنْ يُعْزَمَ السَّرَاحُ
مَحَارِمَهُ أَوْ يَرْجَعَ الْجَارُ مِنْهُ
عَبِيرٌ مُشْتَرِكٌ

ما دثر عاتم کے وقت میرا آپ کے سوا کوئی
نہیں جس کی پناہ لوں

یہ بعید بات ہے کہ امیدواران کے
الطاف و کرم سے محروم ہو یا ان کا ہمسایہ
بلا اعزاز واپس ہو۔

پھر بارگاہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں جنہوں نے سلام پیش کرنے کو کہا ہے۔

زائر ان کا سلام اس طرح پیش کرے
أَلَسَّلَامُ عَلَيْكَ مِنْ فُلَانٍ بْنِ فُلَانٍ
آپ کو فلان بن فلان کا سلام۔ وہ آپ سے آپ کے رب کے پاس شفاعت کا طالب
ہے آپ اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیے۔ اور اگر سلام عرض کرنے والے کا نام
بھول گیا ہو تو اس طرح کہے۔

أَلَسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَمَّتْ أَوْصَارِي
بِالسَّلَامِ عَلَيْكَ.

آپ کو ان کا سلام جنہوں نے مجھ سے سلام عرض کرنے
کے لئے کہا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ سلام پہنچانے کے لئے شام سے مدینہ منورہ تھے
بھیجتے تھے۔ یہ صحیح حدیث بیہقی نے ”شعب الایمان“ میں روایت کی ہے۔

اس سے یہ مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ سلام پہنچانے کے لئے کسی کو اجرت پر طے کر
لینا جائز ہے جس شخص کو مذکورہ ہدایات پر عمل کرنے کے لئے وقت نزل سکے یا اسے یاد کرنے
کی قدرت نہ ہو تو جو ممکن ہو وہی کرے۔ (فتح القدیر)

جب تک حضور قلب حاصل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رعب و تار و دل و دماغ پر
مادی رہے سلام و دعا میں طولانی بہتر ہے اور اگر ایسا ہو تو کم پر اکتفا کرنا ہی بہتر

ہے (ابن حجر)

پھر یہ آیت کریمہ شریک یا کفر زائد بار پڑے۔

بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور خوب سلام پیش کرو۔ (فتح القدیر)

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ
عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا

پھر زائر اپنے دائیں جانب ایک ہاتھ کے بقدر مزے تاکہ وہ سینہ نابو بکریض اللہ مذک کے سرا مبارک کے سامنے جوہائے آپ کا سر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موندے کے مقابل ہے جیسا کہ بعض کا خیال ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ پاک کے مقابل ہے۔

وہاں پہنچ کر یہ سلام پیش کرے :

اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلیفہ آپ پر سلام۔ اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غار کے ساتھی آپ پر سلام۔ اے ان کے سفروں کے رفیق آپ کو سلام۔ اے ان کے اسرار کے امین آپ کو سلام۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے صدمے جو اس نے اپنے نبی کی امت کی طرح سے کام کو عطا فرمایا۔ اور بلاشبہ آپ نے ان اسرار صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت بہتر نیابت کی حیثیت سے انہما دی اور ان کی

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ
رَسُولِ اللَّهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ فِي الْغَارِ
السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَفِيقَهُ
فِي الْأَسْفَارِ السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا أَمِينَهُ عَلَى الْأَسْرَارِ
حَبْرًا اللَّهُ عَمَّا أَفْضَلَ مَا
جَزَعُوا إِمَامًا عَنْ أُمَّتِهِ نَبِيَّهِ
وَقَدْ خَلَقْتَهُ بِأَحْسَنِ خَلْقٍ
وَسَلَّكْتَ طَرِيقَهُ خَيْرَ مَسَلِكٍ

وَقَاتَلْتَ أَهْلَ الرَّدَّةِ وَالْبِدْعِ
وَمَهَّدْتَ الْإِسْلَامَ وَوَصَلْتَ
الْأَرْحَامَ وَلَسَمَ شَرُّهُ لِلْحَقِّ
نَاصِرًا لِأَهْلِهِ حَتَّى أَتَاكَ
الْيَقِينُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ
وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ
اللَّهُمَّ آمِنْنَا عَلَى حَبِيبِهِ
وَلَا تُخَيِّبْنَا سَعْيَنَا فِي زِيَارَتِهِ
سِرِّ حَمَّتِكَ يَا كَرِيمُ

(الاختیار)

راہ پر آپ بہترین طریقہ کے گامزن ہوئے
اہل بدعت و ارتداد سے آپ نے قتال
فرمایا اور اسلام کو آپ نے پھیلا یا اور آپ
نے رشتے جوڑے اور ہمیشہ اہل حق کے
راستے اہل حق کے لئے آپ مددگار رہے
حق کہ آپ کے پاس پیغام اہل آیا آپ
پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں
اے اللہ ہمارا ان (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ)
کی محبت پر قائم فرما اور اے کریم ان کی زیارت
کے سلسلے میں ہماری کوشش بار آور فرما

اور جو چاہے دُعا کرے۔ پھر ہٹے اور اپنے دائیں طرف چلے (منسک کبیر) بقدر
ایک ہاتھ (فتح القدیر)

اس طرح وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سر مبارک کے مقابل ہو جائے گا۔ ان کا حضرت
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سر سے اتنے ہی ناصے پر ہے جتنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا سر
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے۔
پھر زائعوں پر کہے:

السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُظَهِّرَ
الْإِسْلَامِ السَّلَامُ عَلَيْكَ
يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ السَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا كَاسِرَ الْأَصْنَامِ
حَزَّكَ اللَّهُ عَنَّا أَفْضَلَ

اے اسلام کے مظہر آپ کو سلام اے
امیر المؤمنین آپ کو سلام اے بُت شکن
آپ کو سلام اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری
طرف سے بہترین مبارکے بیشک آپ
نے اسلام اور مسلمانوں کو زندگی اور زندگی

الْحَزَّاءُ فَلَقَدْ نَصَرْتُ الْإِسْلَامَ
وَالْمُسْلِمِينَ حَيًّا وَمَيِّتًا وَكَفَلْتُ
الْأَيَّتَامَ وَوَصَلْتُ الْأَرْحَامَ وَتَوَيَّ
بِكَ الْإِسْلَامَ وَكُنْتُ لِلْإِسْلَامِ
إِمَامًا مَرْضِيًّا وَهَارِيًّا مَهْدِيًّا
جَمَعْتُ شَمْلَهُمْ وَاعْتَنَيْتُ
نَفْسَهُمْ وَجَبَّوْتُ كَسْرَهُمْ
فَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ
اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

کے بعد دونوں حالتوں میں نصرت و قوت
بخشی۔ آپ نے قیموں کی کفالت کے
رشتے جوڑے اور اسلام کو آپ سے
طاقت پہنچی۔ آپ اسلام کے پسندیدہ
اور ہدایت دینے والے ہدایت یانتر
امام تھے۔ آپ نے ان کے شیرازے
کو جمع کیا اور ان کی محتاجی دور کی اور ان
کے نقصان کی تلافی کی۔ آپ پر سلام اور اللہ
کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

پھر نصف اہل حق کے بقدر واپس آئے اور حضرت البرکھ صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما
کے درمیان کھڑا ہو کر (نظام المملکت)
پڑھ رہے تھے۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ أَيَا ضَمِيحِي
رَسُولِ اللَّهِ وَرَفِيقِيهِ
وَزَيْرِيهِ وَمُشِيرِيهِ
وَالْمُعَاوِثِيهِ لَهُ عَلَى الْقِيَامِ
فِي السَّيْرِ وَالْقَائِمِيْنَ
لِعِدَّةٍ بِمَصَالِحِ الْمُسْلِمِينَ
حَبْرًا كَمَا اللَّهُ أَحْسَنَ الْحَبْرَاءِ
حِثْنَا كَمَا تَوَسَّلُ بِكُنَّا
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ لِيَشْفَعَ لَنَا

آپ دونوں پر سلام لے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ آرام فرمانے والے اور ان
کے ساتھی اور ان کے وزیر اور ان کے مشیر اور
دین پر قائم رہنے کے لئے ان کا تعاون کرنے
والے اور ان کے بعد مسلمانوں کے معاملات کو
انجام دینے والے آپ دونوں کو اللہ تعالیٰ
بہترین صلہ عطا فرمائے۔ ہم آپ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی جناب میں وسیلہ لاتے ہوئے

وَلِيَسْأَلْ رَبَّنَا أَنْ يَتَقَبَّلَ
سَعْيَنَا وَيُجَنِّبَنَا عَلَى مَلَّتِهِ
وَيُيَسِّرَنَا عَلَيْهِمَا وَيَخْشِرَنَا
فِي رُفُوفِ مَرْصَدِهِ إِنَّهُ كَرِيمٌ
رَحِيمٌ (امین)

(الاختیار)

تاکر وہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے لئے
شفاعت فرمائیں اور ہمارے رب کو غراست
کریں کہ وہ ہماری محنت قبول فرمائے اور ہم
کو ان کے دین پر زندہ رکھے اور اسی پر ہمارا
غما کرے اور ہم کو انہیں کی جماعت میں لٹا
بیشک وہ کرم فرمانے والا مہربان ہے۔

پھر اپنے لئے اور اپنے والدین کے لئے اور ان کے لئے جنہوں نے اس سے دُعا
کے لئے کہا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔
اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے پہنچے کی طرح آنے
اور حمد و ثناء کے بعد یہ کہے:

يَا خَيْرَ الرُّسُلِ إِنَّ
اللَّهَ تَعَالَى أَتَزَلَّ كِتَابًا
صَادِقًا عَلَيْكَ وَقَالَ اللَّهُ
فِيهِ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ
ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ
فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ
لَهُمُ الرُّسُلُ لَوَجَدُوا
اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا وَقَدْ
حِشْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ
سَامِعِينَ قَوْلَكَ طَائِعِينَ
أَمْرًا مُسْتَوْفِعِينَ

اے رسولوں میں سب سے بہتر رسول بیشک
اللہ تعالیٰ نے آپ پر سچی کتاب نازل فرمائی
اور اس میں فرمایا۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں
پر ظلم کیا۔ اگر وہ آپ کی خدمت میں
حاضر ہوتے۔ اور اللہ سے مغفرت چاہتے
اور رسول بھی ان کے لئے مغفرت طلب
کرتے تو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی رحمت زیادہ
توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ اے
اللہ کے رسول بیشک ہم آپ کی خدمت
میں آپ کی بات سنتے ہوئے آپ کا
حکم مانتے ہوئے آپ کی آپ کے رب کے

بِأَنَّكَ إِلَهٌ رَّبُّكَ
 اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا
 وَلِإِسَائِدَتِنَا وَلِعَشَائِرِنَا
 وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ
 سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا
 تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا
 لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ
 رَؤُوفٌ رَحِيمٌ ۝ رَبَّنَا آتِنَا
 فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي
 الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا
 عَذَابَ النَّارِ ۝ آمِينَ ۝
 سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ
 عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى
 الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝

پاس شفاعت طلب کرتے ہوئے حاضر
 ہوتے ہیں۔ اے اللہ ہمیں اور ہمارے
 والدین اور ہمارے اساتذہ اور ہمارے غامد اولوں
 اور ہمارے ان بھائیوں کو جہنم سے پہلے
 ایمان کے ساتھ گزر چکے بخش دے اور
 اے رب! ہمارے دلوں میں ایمان والوں
 کے لئے کینہ نہ رکھ۔ اے ہمارے پروردگار
 بیشک تو مہربان اور نہایت رحم والا ہے
 اے ہمارے پالنے والے ہمیں دنیا میں اچھائی
 اور آخرت میں بہتری عطا فرما اور ہمیں
 جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ تیرا رب
 عزت کا رب پاک ہے اس سے جس
 سے وہ (کافر) متصف کرتے ہیں اور
 تمام رسولوں پر سلام اور تمام تعریف اللہ
 کے لئے جو ہمارے عالم کا رب ہے۔

أَنْتَ الشَّفِيعُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ

عِنْدَ الصِّرَاطِ إِذَا مَا ذُلَّتِ الْقَدَمُ

آپ ہی وہ شفاعت کرنے والے ہیں جن کی شفاعت پل صراط
 پر قدم پھسلے وقت متوقع ہے۔

ابن حجر نے لکھا ہے کہ پھر زائر مزار انور کے سرانے قبلہ کی جانب بڑھے اور
 اور قبلہ کی طرف منکر کے حمد و ثناء اور درود و سلام پیش کرے اور اپنے دونوں ہاتھ

مؤذنوں تک اٹھا کر اپنے اردو سروس کے لئے جو چاہتے دعا کرے اور اپنی دعا آمین اور درود و سلام پد ختم کرے۔

پھر وہ ستون البرٹا برضی اللہ عنہ کے پاس آئے یہ وہ ستون ہے جس میں انہوں نے خود کو اس وقت تک کے لئے باندھ رکھا تھا جب تک اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول نہ کی یہ ستون مزار مقدس اور مسجد نبوی کے درمیان واقع ہے۔ (الاختیار)

اور دو رکعت نماز ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے توبہ کرے اور حسب مرضی دعا کرے پھر منبر شریف کے پاس آئے اور اپنا ہاتھ منبر کے اس کنگرے پر رکھے جو مزار پاک کی طرف ہے۔ اسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت اپنا ہاتھ رکھتے تھے اس پر ہاتھ رکھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت حاصل ہوگی۔ (الاختیار)

اس کنگرے کا نشان اب باقی نہیں رہا یہ مدینہ منورہ اور اس کے گرد و پیش کی دوسری آتش زدگی کی نذر ہو گیا۔

اور قبلہ رو ہو کر دعا کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور جو چاہے مانگے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی سے پناہ مانگے پھر وہ ستون کے پاس آئے جس میں اتین خانہ کا کچھ حصہ رہ گیا ہے۔

یہ وہ کعبہ کا تھا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ناک کیا تھا جس وقت اسے چوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے تھے پھر اس کا نالہ سن کر اترے اور اسے گود میں لیا تب وہ تناغاموش ہوا۔ (الاختیار)

یہاں پہنچ کر ناز و عار میں مشغول رہنا چاہیے۔

استن حناہ کسی صحابی کے پاس محفوظ تھا لیکن امتداد زمانہ سے ختم ہو گیا۔ حدیث کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ وہ تنانہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کی اپنی جگہ دفن کر دیا گیا۔ مسجد نبوی میں امتکاف مستحب ہے۔ اور جب بھی زائر اس میں داخل ہو اس کے لئے

مناسب ہے کہ اعتکاف کی نیت کرے اور اس میں ایک قرآن کا ختم کرنا اور حجرہ شریف کی طرف مسلسل نظر کرنا مستحب ہے اس کے لئے بھی جو مسجد یا قبر عالیہ کے اندر ہو اور اس کے لئے بھی جو مسجد سے باہر ہو۔ (مناسک)

زار مسجد منورہ کے اندر رات گزارنے کے لئے انتہائی کوشاں رہے اگر ایک رات بھی اسے نصیب ہو جائے تو اسے قیمت جانتے ہوئے ذکر و دعا میں گزارے اور مدینہ منورہ میں جب تک رہے حتی الامکان یہ مقام نہ چھوڑے۔ (ابن حجر)

مدینہ منورہ کے باشندے ہوں یا کہیں اور کے بشرخص کو زیارت روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ درود و سلام پیش کرنا چاہیے اس لئے کہ نیکی جتنی زیادہ کی جائے بہتر ہے۔ زار مسجد نبوی میں نسبتاً دوسری مسجدوں کے کہیں زیادہ ادب ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی آواز بلند کرنے سے سخت احتراز کرے۔

بخاری نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے دو شخصوں سے فرمایا اگر تم اس شہر کے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا تم اپنی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بلند کرتے ہو۔

(حضرت عمر نے ان دونوں کی لاعلمی کو ان کے لئے عذر قرار دیا ورنہ یہ ایسی بے ادبی ہے جو موجب سزا ہے۔)

زار کو کشش کرے کہ مدینہ منورہ میں اپنے قیام کے دوران قرآن کی تلاوت اور اللہ کے ذکر اور درود و سلام، منبر شریف، روضہ انور اور ان کے بیچ میں آواز اور بلا آواز و دعا میں مشغول ہو کر رات گزارے۔ (الاختیار)

اور اس کی بھی کشش کرے کہ مسجد نبوی شریف میں اس کی کوئی نماز چھوٹنے نہ پائے اور جتنا ممکن ہو سکے مدینہ منورہ میں روزے رکھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب جوار میں رہنے والوں خصوصاً آپ کے اعزہ و اقرباء کو اپنے صدقات پیش کرے اور مسجد شریف

کے حاضرین کو اس سے کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچے۔

بلکہ وہ اگر روضۃ النور کا انتہائی مشتاق ہو تو مسجد کے دروازے پر دروازہ کھنسنے سے پہلے حاضر ہے۔ جب خدام اس کا دروازہ کھولیں تو پورے ارب کے ساتھ اندر داخل ہو۔ اور روضۃ النور یا صف اول میں جلتے نماز پچھائے اور روضۃ النور کی زیارت کی طرف پورے اطمینان و سکون کے ساتھ متوجہ ہو پھر اس جگہ بیٹھ جائے۔

بعض عمار نے فرمایا ہے نفل نماز کے لئے سب سے افضل جگہ محراب بنی صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور فرض کے لئے سب سے افضل پہلی صف ہے اور بعض کے نزدیک ستونِ جفرت عالیہ رضی اللہ عنہا کے پاس نماز پڑھنا بہتر ہے۔

زارِ مسلمان عورتوں، حجرہ شریف کی دواؤں اور مدینہ منورہ کے باشندوں کا احترام و پاس رکھے۔ یہ وہ ہیں جنہیں بادشاہ کے حضور میں ہمیشہ رہنے کا شرف حاصل ہے۔ ان کی برائیوں اور ان کی چھپی ہوئی نیتوں اور ارادوں کے نوہ میں نہ پڑے اور ان کی نیتوں کو اللہ کے حوالہ کرے کیونکہ بہت بڑا نادر اسلوک بھی پڑوس کا احترام سلب نہیں کرتا۔ (ابن حجر)

اور جب وہ اپنے وطن واپس آنے کا عزم کرے تو اس کے لئے مسجد شریف کو نماز سے الوداع کہنا اور اس کے بعد حسب مرضی دعا کرنا مستحب ہے۔

روضۃ النور پر حاضر ہونا اور آخری سلام عرض کرنا اور خواہش کے مطابق دعا کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بھی دعا کرنا کہ وہ اس کو اس کے اہل و عیال تک سلامتی کے ساتھ حصہ پایا ہوا پہنچائے۔ یہ سب مستحب ہے۔

پھر نبوی دربار کے فراق پر حسرت کرتا اور آنسو بہاتا ہوا واپس ہو۔ (نظام السلک)

متبرک ستون

عہد رسالت میں مسجد نبوی کی چوحدی یہ تھی

مشرقی حد :- روضۃ الزور کی دیوار سے متصل ستون ، یہ ستون نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی طرف تین معلق تندیوں کے گرد واقع ہے ۔

سمت قبلہ کی حد :- منبر شریف کے پیچھے ایک آٹھ یا اس سے کچھ زیادہ دوری پر ۔

مغربی حد :- منبر شریف کا پانچواں ستون ۔

سمت شامی حد :- محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوا تھ پر ۔

(شرح المناک و نظام المکملہ)

جب مسلمانوں کا ہجوم بڑھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم نے مسجد عمار کی توسیع کی ضرورت محسوس کی اور اس توسیع کا سلسلہ اتنا بڑھا کہ امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے گھر بھی اس میں داخل ہو گئے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجر و شریف بھی اس میں شامل ہو گیا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے دونوں رفیق حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مدفون ہیں ۔

جب توسیع اس حد تک پہنچ چکی تو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم نے مزار الزور کے گرد گول اونچی دیواریں بنائیں جس کا مقصد یہ تھا کہ مرقد الزور مسجد میں نظر نہ آئے اور اس کی طرف رخ کر کے عوام نماز نہ پڑھیں اور اس طرح لوگ کسی امر ممنوع کے مرتکب نہ ہوں ۔

لیکن اس کا اندیشہ بدستور تھا کہ لوگوں کا مرتد پاک کا سامنا ہوگا اس سے بچنے کے

لے پھر انہوں نے روضۃ النور کے شمال دونوں کونوں سے دو دیواروں کھینچی اور ان دونوں کو اس حد تک جھکایا کہ وہ باہم مل گئیں۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ خطر محسوس کیا کہ کہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۃ النور کو مسجد گاہ نہ بنالیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اسی خطرہ کے پیش نظر ارشاد فرمایا کہ اگر اس کا اندیشہ نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پاک نمایاں اور کھلا ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر پاک کو مسجد بنانے سے دو اندیشوں کے باعث منع فرمایا تھا۔
(۱)۔ آپ کی تعظیم میں حد سے سجادہ کرنا۔

(۲)۔ لوگوں کا نقشہ میں مبتلا ہونا۔

اس حد سے بڑھی ہوئی تعظیم میں کبھی کبھی کفر تک کی نسبت آجاتی ہے چنانچہ اس طرح کے واقعات گذشتہ قوموں میں کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ (شرح مسلم۔ نووی)

سلطان مرہوم عبد المجید کا یہ کارنامہ لائق ستائش ہے جو انہوں نے اپنی استطاعت کے مطابق مسجد شریف کی عمارت کی تجدید کرائی۔ اور اس کا خاص خیال رکھا کہ کوئی ستون اپنی جگہ سے ہٹایا نہیں گیا۔

علماء نے فرمایا ہے کہ مسجد شریف کے ہر ستون کے پاس زیادہ سے زیادہ نفل نمازیں پڑھنا مستحب ہے۔

کیونکہ جب تک وہ اپنی جگہ قائم ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کا فیض ان میں باقی رہے گا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نمازیں جو ان ستون کی جگہوں اور ان سے قریب پڑھی گئیں ہیں ان کی برکتیں بھی باقی رہیں گی وہ خاص ستون جن کا ارباب میر نے ذکر کیا ہے ان کے تذکرے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

ستون مخلعہ مطہرہ | یہ امام کی جگہ کے دائیں جانب مصلیٰ شریف کا نشان ہے بلکہ یہ کوئی تلاش کر کے اسی کے پاس نماز پڑھتے تھے اسی کے پاس کعبہ

کا وہ کتابھی ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوران خطبہ ٹیک لگاتے تھے یہ تاجپراغ کی کرسی کی جگہ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب واقع ہے۔

ستون عائشہ | یہ ستون منبر شریف سے مشرقی جانب تیسرا ستون ہے۔ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں نماز پڑھنے والے امام کے پیچھے صف میں واقع ہے۔

تحويل قبلہ کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دن سے زائد چہرہ یا پندرہ دن تک فرض نمازیں اسی کی طرف رخ کر کے ادا فرمائیں پھر آج کے مصطفیٰ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز پڑھنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون سے ٹیک لگایا کرتے تھے۔

اور کبار صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے شہین اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے، اور قریش کے مہاجرین اسی کے پاس جمع ہوتے تھے اس کے پاس دعا مقبول ہوتی ہے۔ اس کو ستون قرعہ بھی کہتے ہیں اس کی وجہ یہ روایت ہے جو طبرانی نے "وسط" میں تحریر کی ہے :

إِنَّ فِي مَسْجِدِي لِبُقْعَةٍ	بیشک میری مسجد میں ایک جگہ ہے بتایا
قِيلَ هِيَ هَذِهِ الْأُسْطُوَانَةُ	گیا ہے کہ وہ یہی ستون ہے۔ اگر لوگ جان
لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا صَلُّوا إِلَيْهَا	جانیں تو بغیر قرعہ اندازی کئے ہوئے نماز
إِلَّا أَنْ تَطِيرَ لَهُمْ قُرْعَةٌ	نہ پڑھ سکیں۔

———— (الجوهر المنظم) ————

ستون قمرہ | یہ ستون حجرہ شریف سے دوسرا اور منبر شریف سے چوتھا ستون عائشہ اور جالی سے ملے ہوئے ستون کے بیچ میں واقع ہے لوگوں نے بتایا

ہے کہ اس ستون اور روضہ کے درمیان بیس ہاتھ کا فاصلہ ہے۔

اس کی طرف رخ کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نفل نماز منقول ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آپ کا بستر پاک یا تخت شریف اسی کے پاس قبلہ سے متصل رکھا جاتا اور آپ حالت اعتکاف میں اسی سے ٹیک لگاتے۔

اس ستون کو ستونِ توبہ کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوالباء رضی اللہ عنہ نے بزرگوار
 کو ان کے انجام کار یعنی ذبح و قتل کی خبر ملے وہی تھی۔ پھر وہ نادم ہوئے اور خود کو یہ قسم کھا کر
 اس ستون سے باندھ دیا کہ ان کو سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور کھول نہیں سکتا ان کی
 صاحبزادی آئیں اور نماز و قضائے حاجت کے لئے کھولتیں۔ اس طرح وہ دس دن سے زیادہ
 تک بندھے رہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس اللہ کی وحی لے کر آئے اور انہیں
 کھولا (شیخ دہلوی)

پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ باندھنا اور خود کو مبتلائے عذاب کرنا شوکر کی ایک قسم ہے
 ورنہ ہدایت ہی توبہ ہے اس میں ساداتِ صوفیہ کرام کے لئے شکر اور دُعا کے ثبوت کی دلیل
 ہے۔ اور اس کا انکار کرنے والے کا رویہ ہے۔

ستونِ مسریر | کبھی ستونِ توبہ کے پاس یہ ستون جالی سے متصل ستونِ توبہ کے مشرقی جانب
 واقع ہے۔

ستونِ علی | یہ ستون جانبِ شمال میں ستونِ توبہ کے پیچھے واقع ہے۔ حضرت علی رضی اللہ
 عنہ اس کے پاس نماز پڑھتے اور روضۃ النور سے متصل اس کے پاس مولیٰ اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے بیٹھتے۔ اس لئے کہ یہ ستون اس دریچہ کے سامنے ہے
 جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکل کر مسجد
 میں تشریف لاتے۔

ستونِ وفود | یہ ستون جانبِ شمال میں ستونِ علی رضی اللہ عنہ کے پیچھے واقع ہے۔ اس
 ستون اور ستونِ توبہ کے درمیان ستونِ علی واقع ہے۔ نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم اور کبار صحابہ کرام اس کے پاس بیٹھتے تھے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
 جب عرب کے اطراف و جوانب سے وفد آتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ تر اسی کے

پاس تشریف رکھتے تھے۔

ستون تہجد | یہ ستون جانب شمال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے پیچھے واقع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہیں رات میں نماز پڑھتے۔ اس میں ایک محراب ہے۔ جب نماز پڑھنے والا اس محراب کی طرف رخ کرے گا تو اس کا بایاں حصہ باب جبریل کی طرف ہوگا۔ بتایا جاتا ہے کہ یہ محراب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تہجد پڑھنے کی جگہ ہے۔

ستون مربیۃ القبر | اسے مقام جبریل بھی کہتے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر زیادہ تر اسی مقام پر حاضر ہوتے۔ یہ ستون جالی سے ملے ہوئے ستون کے پیچھے جہاں مغربی کنارہ شمال کی طرف مڑا ہے۔ وہیں حجرہ شریف کے گھیرے میں واقع ہے جیسا کہ بتایا گیا ہے۔

علامہ قاری نے لکھا ہے کہ اس ستون اور ستون وفود کے درمیان جالی سے ملا ہوا ستون ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دروازہ اسی جگہ تھا۔

ابن حجر نے فرمایا ہے اس ستون اور ستون سریر سے تبرک حاصل کرنا لوگوں کو نصیب نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حجرہ شریف کے ارد گرد جالی کے دروازے بند رہتے ہیں۔



جنت البقیع

اور اس کے گرد و نواح کی قبروں کی زیارت

روزانہ خصوصاً جمعہ کے دن باوضو، جنت البقیع جانا اور وہاں کی قبروں کی زیارت کرنا مستحب ہے۔

حضرت علیؓ نے اس قبرستان کے بارے میں ارشاد فرمایا،

یُبَقِّعُ مِنْهَا سَبْعُونَ أَلْفًا مَلَكًا صُورَةُ الْقَتْلِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ وَيَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔	اس سے (جنت البقیع سے) ستر ہزار مرنے چر و عمریں کے چاند کی شکل میں احاطہ میں جائیں گے اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوں گے۔
---	---

ایک روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے رب سے جنت البقیع والوں کے بارے میں سوال کیا تو پروردگار نے فرمایا — ان کے لئے جنت ہے۔

پھر آپؐ نے اپنے پروردگار سے اہل معش کے بارے میں سوال کیا — تو پروردگار نے فرمایا — اے رسول! آپؐ نے اپنے پیڑوسیوں کے بارے میں سوال کر لیا اب میرے پیڑوسیوں کے بارے میں سوال نہ کیجئے۔ (نظام الملک)

جب زائر جنت البقیع کے دروازے پر پہنچے تو یہ کہے۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ ذَا رَقِوْهُمْ مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا أَنْشَاءَ اللَّهُمَّ	مسلمانو! تم پر سلام۔ ہم بھی انشاء اللہ آپ سب سے ملیں گے۔ اے اللہ
---	---

تَعَالَى بِكُمْ لِأَحْقَوَاتِ اللَّهِ ثُمَّ اغْفِرْ
لِأَهْلِ بَيْتِكَ الْغُرَقَاءِ وَلَا تَحْزَنْنَا
أَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنْنَا لَبَدَّهُمْ اللَّهُمَّ
اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ (رفع القدیہ)

جنت البقیع والوں کو بخش دے اور ہمیں
ان کے اجر سے محروم نہ کر اور ہمیں ان کے بعد
نقشہ میں نہ مبتلا کر۔ اے اللہ ہم کو اور ان کو
بخش دے۔

پھر گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھنی چاہیے۔

ترمذی کی روایت ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے قبر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
پھر حضرت ابوبکر، پھر حضرت عمر، پھر اہل بقیع پھر ان مکہ نکلیں گے (نظام الملک)
امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مدینہ منورہ میں دس ہزار
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وفات پائی ہے ہاں مگر ان میں اکثر کو اور ان کی قبروں کو جانا نہیں جاتا
اس لئے جب زائر اس قبرستان میں پہنچے تو ان کی اور ان کے علاوہ جو مسلمان اس میں مدفون
ہیں ان سب کی نیت کرے اور اوپر کی دعا و سلام میں سب کو شامل کرے — امام احمد
رحمۃ اللہ علیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے حضور کا ارشاد ہے،

مَنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ
بِالْمَدِينَةِ فَلْيُمُتْ بِهَا فَإِنِ
اشْفَعَ لِيَوْمِ تَمُوتُ بِهَا۔

جو مدینہ میں مر سکے وہ مدینہ میں مرے۔
اس لئے کہ میں اس میں مرنے والوں کی خاص
شفاعت کروں گا۔

یعنی ان کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخصوص شفاعت ہوگی (نظام الملک)۔
پھر زائر مشہور قبروں اور متبرک زیارت گاہوں کی زیارت کرے۔
مشہور قبے یہ ہیں :

۱۔ قبر سیدنا عباس بن عبد المطلب عم نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس کی تعمیر ۱۱۱ھ میں کسی عباسی خلیفہ نے کرائی۔ اس میں قبر بھی ہیں۔

عربی جانب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔

اور شرقی جانب ایک قبر ہے اس میں حضرت عباس کے پانچویں حضرت حسن بن علی مدفون ہیں۔

اور اسی میں دوسرے امیر زین العابدین علی بن امام حسین ایران کے لڑکے محمد باقر اور ان کے لڑکے جعفر صادق مدفون ہیں۔

اور یہ بھی مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جسم منتقل کر کے اس قبے میں دفن کیا گیا ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر بھی اسی قبے میں مدفون ہے۔

۲۔ قبۃ امیر المؤمنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بقیع کے اندر مدفون صحابہ کرام میں سب سے افضل ہیں زائر جب اس قبہ میں حاضر ہو تو یہ سلام پیش کرے۔

اے امیر المؤمنین آپ کو سلام۔ اے	اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ
مسلمانوں کے امام آپ کو سلام۔ اے	اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا اِمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ
خلفائے راشدین کے تیسرے آپ کو	اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا ثَالِثَ الْخُلَفَاءِ
سلام۔ اے ذوالنورین آپ کو سلام۔	اَلرَّاشِدِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا
اے قرآن کریم کرکٹ بی شکل میں جمع فرمانے	ذَا النُّوْرِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ يَا
والے آپ کو سلام۔	مَنْ جَمَعَ الْقُرْآنَ بَيْنَ الدَّقَّتَيْنِ۔

(شرح الناسک)

بعض کا خیال ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مدفون بقیع سے شرقی جانب اس سے باہر تھا۔ مروان نے اسے بقیع میں داخل کیا۔ جس وقت یہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ کا گزر تھا۔

اس قبر ميں عمارت كے متولى كى قبر ميں ہے۔

قبر ابراہيم شاہزادہ نبى صلى اللہ عليہ وسلم

نبى صلى اللہ عليہ وسلم نے بذاتِ خود اپنے دست مبارك سے ان كى قبر پر مٹی ڈالى

اور پانى چھڑكا

۳۱۰ ميں ان كى ولادت ہوئى اور دو دھ پيٹے وفات پائی۔

اس قبر ميں عثمان بن مظعون بھى مدفون ميں۔ يہ نبى صلى اللہ عليہ وسلم كے رضاعى بھائى

هيں۔ سب سے پہلے بقیع ميں يہی عثمان بن مظعون دفن كئے گئے تھے۔ ان كى تہفین ماہ شعبان ہجرت كے بعد تيسويں مہينے كے شروع ميں عمل ميں آئى تھى۔ (فتح القدیر)

ان كے بارے ميں نبى صلى اللہ عليہ وسلم نے ارشاد فرمايا۔ ہمارے اچھے سلف عثمان

بن مظعون هيں۔

یہيں حضرت عبدالرحمن بن عوف۔ عثمان بن مظعون كى بغل ميں مدفون هيں اور سعد بن

وقاص بھى اپنى وصيت كے مطابق عثمان بن مظعون كے پاس مدفون هيں۔ يہ دونوں حضرات عشرہ مبشرہ سے هيں۔

۳۱۱ ميں حضرت عبداللہ بن مسعود رضى اللہ عنہ نے مدینہ منورہ ميں وفات پائی اور

اپنى وصيت كے مطابق عثمان بن مظعون كى قبر كے قريب دفن كئے گئے۔ ايك روايت ميں يہ بھى ہے كہ انہوں نے كوثر ميں ۳۱۱ ميں وفات پائی۔

خنیس بن خذافہ سہمی ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر رضى اللہ عنہا كے سابق شوہر كى بھى

قبر عثمان بن مظعون كے قريب ہے۔

انہيں غزوہ احد ميں ايك زخم لگا تھا جس كے مدد سے مدینہ ميں وفات پائی۔

أسعد بن زرارة نے مدینہ ميں وفات پائی اور حضرت عثمان بن مظعون كى قبر كے پاس

مدفن ہوئے۔ (شرح الناسک)

فاطمہ بنت اسد ام علیؑ ہستید ابراہیم و عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کی قبروں کے پاس دفن کی گئیں۔

یہ وہ خاتون ہیں جن کے اوپر کے لباس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کر مبارک مرحمت فرمایا تھا۔ اس مقصد کے لئے کہ ان کا جسم آفات سے محفوظ ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لحد اپنے دست مبارک سے کھودی تھی اور ان کی قبر کے اندر اترے تھے اور اپنی برکت سے قبر کو وسیع کرنے کے لئے اس میں لیٹے بھی تھے۔

اور ان کے بلے میں ارشاد فرمایا تھا میری ماں کے بعد یہ میری ماں ہیں اور وہ قبر جو قبر فاطمہ بنت اسد کے نام سے مشہور اور یقین کے باہر قبر عثمان کے شمال میں ہے اس کی کوئی اصل نہیں گو بعض مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے۔ (شیخ دہلوی)

بعض کا خیال ہے کہ ام المومنین حضرت حدیجہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ ازواج مطہرات کی قبریں بھی اسی قبے میں ہیں۔

قبر عقیل بن ابوطالب | اس میں عقیل بن ابوطالب کی قبر ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ عقیل کی قبر ان کے مکر کے گھر میں ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ ان کی قبر شام میں ہے۔

اس قبر میں البرسفیان بن عارث بن عبد المطلب کی قبر بھی ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں حضرت حمیر سعید رضی اللہ عنہما نے انہیں دودھ پلایا تھا۔

عبد اللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی قبر بھی اسی قبہ میں ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ عبد اللہ بن جعفر مکہ و مدینہ کے مابین مقام البوار میں مدفون ہوئے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ عقیل کے گھر کے گوشے میں ایک جگہ ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر اہل بیت کی مغفرت کے لئے دعا کی تھی۔ اس جگہ دعائیں مقبول ہوتی ہیں یہاں

ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر کی گئی ہے۔

قبرہ امام مالک بن انس | امام دارالہجرت حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اس میں آرام فرما ہیں۔

ایکٹ اور قبرہ | اس میں ایک قبر ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ نافع مولیٰ بن عمر اس میں مدفون ہیں۔

یہ نافع امام مالک کے استاد ہیں۔ جیسا کہ ابن حجر نے لکھا ہے ان کے بارے میں بعض کو دو ہم ہو گیا کہ یہ قرار سب سے ہیں۔

ایک چھوٹا سا قبرہ | یہ قبرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ حضرت حمیرہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے۔ قبرہ فاطمہ بنت اسد کے راستے میں واقع ہے ان کے اسلام کے بارے میں بعض نے اختلاف کیا ہے لیکن اظہر یہ ہے کہ وہ اسلام لائیں۔

قبرہ صفیہ بنت عبد المطلب | اس میں صفیہ بنت عبد المطلب حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی بہن تھیں۔ یہ قبرہ

مدینہ منورہ کی شہر پناہ کے پاس بقیع کی جانب دروازہ سے باہر بائیں طرف واقع ہے۔

وہیں ایک دوسری قبر بھی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عائشہ کی قبر ہے۔

حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار پاک | مقدس زیارت گاہوں میں یہ مزار بھی ہے۔ یہ نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد بقیع میں جانب قبلہ قبر عباس سے متصل مائل بر مشرق واقع ہے۔

یہ مسجد بیت الاحزان (دعویٰ کے گھر) کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہاں ٹھہرتیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق پر آنسو بہاتیں۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مزار قبرہ عباس میں ہے۔ ابن حجر نے اسی کو زیادہ راجح بتایا ہے۔ شیخ دہلوی نے بھی لکھا ہے کہ یہی صحیح اور مختار ہے۔

کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ان کا مزار روضۃ النور کے اس صندوق میں ہے جو امام کے مصل کے آگے ہے لیکن اسے علماء نے بعید قرار دیا ہے۔

بعض کا یہ بھی کہنا ہے کہ ان کا مزار انہیں کے گھر میں ہے۔ اس محراب کی جگہ جو بحرہ شریف کے پیچھے شامی جانب واقع ہے۔ (فتح القدیر)

اسی آخری قول کو سب سے زیادہ ظاہر بتایا گیا ہے۔ (شرح المناسک)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شاہ زادیوں میں سب سے چھوٹی اور حضور کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔

نبوت سے قبل یا نبوت کے تھوڑے ہی دنوں بعد ان کی ولادت ہوئی۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر آخرت کے سال رمضان المبارک کی تین تاریخ سر شنبہ کی شب میں ان کا وصال ہوا اور رات ہی میں ان کی تدفین بھی عمل میں آئی۔

سعد بن معاذ شہلی انصاری کا مزار

یہ قبیلہ اوس کے سردار تھے غزوہ خندق کے دن زخمی ہو کر وفات پائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے گھر سے قریب بقیع کے کنارے مقداد بن اسود کے گھر سے متصل مدفون ہوئے۔

ابن حجر نے لکھا ہے کہ آج جو قبر فاطمہ بنت اسد کے نام سے مشہور ہے۔ قرینہ قیاس یہ ہے کہ یہی سعد بن معاذ کی قبر ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار

یہ اپنی وصیت کے مطابق بقیع کے کنارے دفن کئے گئے۔ یہیں ان کا مزار ہے۔

قبرہ ازواج مطہرات

یہ قبرہ اعرمیل کے قریب واقع ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ روایتیں یہ بتاتی ہیں کہ امہات المؤمنین میں حضرت خدیجہ اور حضرت میمونہ کے علاوہ بھی کے مزارات بقیع میں وہیں ہیں۔ جہاں ان کی زیارت کی جاتی ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ازواج مطہرات عثمان بن مظعون کے مزار کے قریب فون ہیں۔
ایک اور قبرہ | یہ قبرہ امہات المؤمنین کے قبرے اور عقیل کے قبرے کے قریب واقع ہے۔
 بتایا گیا ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین شاہ زادیوں آرام فرما
 ہیں۔ یہ قبرہ اس وقت قبرہ بنات کے نام سے مشہور ہے۔ ان عینوں شاہ زادیوں کے نام
 سیدہ رقیہ، سیدہ زینب اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔

جنت البقیع میں حضرت عبدالرحمن بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی بھی قبر ہے۔
 حد زنا کے کوڑے سے یہ نڈھال ہوئے اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ اور سیدنا ابراہیم اور
 حضرت امام مالک رضی اللہ عنہما کے قبرے کے درمیان مدفون ہوئے۔ (جذب القلوب)
 واضح رہے کہ زیارت کی ترتیب میں علماء کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت نے
 کہا ہے کہ حضرت عباس اور ان کے قبرے میں ائمہ اہل بیت کی زیارت شروع کرے پھر
 زائر کو اختیار ہے۔ یہی آسان صورت ہے۔ کچھ نے یہ بھی کہا ہے کہ زائر عقیل کے گھر کے
 گوشے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ سے ابتداء کرے پھر حضرت عثمان
 رضی اللہ عنہ پھر حضرت فاطمہ بنت اسد پھر حضرت ابراہیم شاہ زادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
 پھر ازواج مطہرات پھر امام مالک۔ پھر نافع پھر عباس۔ پھر صفیہ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
 علیہ وآلہ وسلم کی چچی کی زیارت کرے۔

علماء کی ایک جماعت کا یہ بھی خیال ہے کہ زائر شاہ زادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
 زیارت سے شروع کرے اس لئے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جزاء اور ٹکڑے ہیں۔
 علماء کے ایک گروہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ابتداء
 کرے اس لئے کہ وہ بقیع میں مدفون تمام صحابہ سے افضل ہیں اس کے بعد حضرت عباس
 رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ کے لوگوں کی پھر ازواج مطہرات۔ پھر عقیل۔ پھر ابراہیم شاہ زادہ
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ کے لوگوں کی زیارت کرے۔

ضمیمہ

زائر کو حسب ذیل مزارات کی بھی زیارت کرنی چاہیے،

۱۔ مزار اسماعیل بن امام جعفر صادق جو جانب مغرب میں شہر پناہ کے اندر قبۃ عباس کے سامنے واقع ہے۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدری کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہما کا مزار جو شہر پناہ کے اندر مدینہ منورہ کے مغربی جانب واقع ہے۔ یہ صحابی غزوہ اُحُد کے شہداء سے ہیں۔ اُحُد سے لا کر انہیں یہیں دفن کیا گیا۔

۳۔ محمد بن عبداللہ بن حسن ثقفی بن امام حسن بن علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا مزار۔ جو مدینہ منورہ سے باہر کوہ سلع سے مشرقی جانب واقع ہے۔ یہ ابو جعفر منصور عباسی کے زمانہ میں منصور کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنے کے سبب شہید کئے گئے تھے۔ شہر پناہ کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا مزار بھی ہے۔



مسجد قبا کی زیارت

بادن مسجد قبا میں جانا مستحب ہے۔ زیارت کے لئے افضل سینچر کا دن ہے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ہر سینچر کو سوار یا پیدل تشریف لاتے یعنی کبھی پیدل تشریف لاتے اور کبھی سواری سے۔ (بخاری و فتح القدیر)

سینچر کا دن خاص اس لئے فرمایا تھا کہ اہل قبا سے رابطہ رہے۔ اور بعض ان لوگوں کے حالات کا جائزہ بھی لے سکیں جو مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمعہ میں نہ پہنچ سکے تھے۔ یہ بھی مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا دو شبہ کو بھی تشریف لے گئے تھے۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ دو شبہ اور جمعرات کو قبا تشریف لے جاتے (شرح النکح) محمد بن منکدر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ستائیسویں رمضان المبارک کو قبا تشریف لے جاتے۔

علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں زیارت کے لئے بعض ایام کے خاص کر لینے کا جواز موجود ہے۔ اور یہی صحیح اور مہر کا قول ہے۔

ابن مسعود مالکی نے اسے مکروہ بتایا ہے جس کی لوگوں نے توجہ یہ یہ کی ہے کہ شاید ابن مسعود کو یہ احادیث نہ پہنچ سکیں۔

یہ مسجد اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے جو مسلمانوں کے لئے تعمیر کی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے قبا پہنچے سب سے پہلے آپ نے اس مسجد کی تعمیر فرمائی۔ اور قبا میں مین دن یا چار دن یا چودہ دن قیام فرمایا۔ پھر مدینہ کے لئے روانہ ہوئے۔ مسجد حرام، مسجد

نبوی اور مسجد اقصیٰ کے بعد سب سے افضل مسجد یہی ہے۔ (شرح الناسک)
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق
 پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم نے پھر رکھے۔
 مسجد قبا پہنچ کر زائر یہ دعا کرے:

يَا صَبْرُ مَحَجِّ الْمُسْتَضَرِّ خَيْرِينَ
 وَغِيَاكِ الْمُسْتَغِيثِينَ
 يَا مُفَرِّجَ كُرُوبِ الْمَكْرُوبِينَ
 يَا مُجِيبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّينَ
 صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
 وَآلِهِ وَاكْشِفْ كُرْبِي
 وَخُزْنِي كَمَا كَشَفْتَ
 عَنْ رَسُولِكَ حُزْنَكَ وَكَرْبَهُ
 فِ هَذَا الْمَقَامِ يَا حَنَاتُ
 يَا مَنَاتُ يَا كَثِيرَ الْمَعْرُوفِ
 يَا دَارَ سَمَةِ الْإِحْسَانِ يَا أَرْحَمَ
 الرَّاحِمِينَ (الاختیار)

اے غمخوار کرنے والوں کا نالہ سننے والے
 اور فریادوں کے فریادرس اور نصیب
 زدوں کے مصائب دور کرنے والے اور
 پریشاں حال کی دعا قبول کرنے والے ہمارے
 آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر
 درود نازل فرما۔ اور میرے کرب و غم دور
 فرما جیسا تو نے اپنے رسول سے ان کے
 حزن و کرب اس مقام پر دور فرمائے۔ اے
 بہت زیادہ احسان کرنے والے اور بہت
 زیادہ شفقت فرمانے والے اور اسے بہت
 خیر والے اور اسے ہمیشہ احسان فرمانے والے
 اور سب سے زیادہ رحم فرمانے والے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب اس مسجد میں داخل ہوتے تو اس میں نماز پڑھے بغیر اس
 سے نکلنا انہیں ناپسند تھا۔ مسجد قبا میں کسی دن بھی نماز پڑھنا مساجد ثلاثہ کے علاوہ تمام مسجدوں کی نماز
 سے افضل ہے۔ کم سے کم نماز دو رکعت ہونی چاہیئے۔

”مذہب القلوب“ میں ہے کہ بعض روایتوں میں چار رکعت کی صراحت کی گئی ہے نبی
 صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول صحیح حدیث ہے۔

ان الصلوة فیہ کعشرۃ (فتح القدیر) | اس (مسجد قبار) میں نماز ایک عمر کی طرح ہے۔
ترمذی نے اس روایت کی تخریج کی ہے اور امام احمد اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ
روایت نقل کی ہے۔ (نظام الملک)

سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسجد قبار میں دو رکعت نماز بیت المقدس کی دو بار
زیارت کرنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے۔ (شیخ طبری)

اس طرح اگر کسی نے مسجد قبار میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو یہ نذر اسی مسجد کے ساتھ واجب الیقین
ہوگی کسی اور مسجد میں سوائے مساجد ثلثہ کے اواز نہ ہوگی۔ (رسائل الارکان)

یہ بات بظاہر لا تشد الرجال الا للثلاثة مساجد کے معارف سے (کیونکہ
اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ تین مسجدوں کے علاوہ کسی کا سفر جائز نہیں اور اوپر کے جزیرہ میں نذر
کی تکمیل کے لئے مسجد قبار کا سفر لازمی بتایا گیا ہے)۔

ہاں اس حدیث سے مراد اگر یہ ہو کہ کسی مسجد کا انفرادی طور پر مخصوص کر کے سفر کرنا جائز نہیں
اس طرح مسجد قبار کا سفر اس حدیث کے حکم میں داخل نہ ہوگا اس لئے کہ مسجد قبار کا سفر تنہا مسجد
قبار کے لئے نہیں کیا جاتا بلکہ مقصود مسجد نبوی کی جانب بھی سفر کرنا ہے۔

بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ مسجد قبار ان تینوں مساجد کے حکم میں ہے جن کا سفر کرنا جائز ہے
اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کا ذکر شاید اس لئے نہ فرمایا ہو کہ یہ مسجد مدینہ منورہ سے
قریب ہے۔ واللہ اعلم۔

تحويل قبل مسجد قبار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز گاہ پہلی محراب ہے یہ صحن میں
اس ستون کے پاس ہے جو محراب مسجد کے مقابل ہے۔ تحويل قبلہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
نماز گاہ دیوار قبلہ سے قریب کی محراب ہے اور یہ دوسری محراب ہے۔

اور جب قبلہ کی طرف مسجد میں توسیع ہوئی تو محراب بدل گئی اور منبر کے قریب ستون میں
اس محراب کی علامت بنا دی گئی۔

مسجد قبار کے شرقی جانب طاقتور ہے لگ بتاتے ہیں اسی جگہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ دیکھا اور مسجد کا رخ ٹھیک قبلہ کی طرف فرمایا۔

اس مسجد کے سامان کے پاس ایک چبوترہ ہے جس کے محراب میں ایک پتھر ہے اس میں یہ آیت لکھی ہے۔ لَسْجِدٌ اُسْتَسْ عَلٰی الشَّقْوٰی مِنْ اَذَلْ یَوْمٍ۔

لوگ کہتے ہیں کہ اسی جگہ یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں نے اس پر نقد کرتے ہوئے کہا ہے کہ صحیح روایت سے یہ ثابت نہیں۔

ہاں وہ چھوٹا گڑھا جو مسجد قبار کے صحن میں ہے اس کے بارے میں لوگ بتاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اوفنی اسی جگہ بیٹھی تھی۔ جب ہجرت کے سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نزول فرمایا تھا۔ قبار کے متبرک مقامات میں مسجد کے قبلہ جات میں سعد بن خثیرہ کا گھر بھی ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میں آرام فرما ہوئے تھے اور مسجد کے مغربی کونے کے قبلہ میں ایک جگہ ہے شاید یہی مسجد دار سعد ہے۔ یہ مسجد اب مسجد علی کے نام سے مشہور ہے اور مسجد کے قبلہ ہی میں ام کلثوم بنت ہدم کا گھر ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر کے لوگ اترے تھے (شرح الناسک)

نزد قانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے سال رمضان قبار پر خاندان نبی عمرو بن عوف میں قیام فرمایا تھا۔ آپ کا درود ام کلثوم بنت ہدم کے گھر میں ہوا تھا۔

بعض کا خیال ہے کہ اس وقت یہ مشرک تھے۔ محمد بن ذبالہ نے اس پر اپنے یقین کا اظہار کیا ہے۔

کوہ اُحد

اس کے شہداء اور اس کی مسجدوں کی زیارت

کوہ اُحد کی زیارت بذاتِ خود مستحب ہے صحیح حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

اُحْدُ جَبَلٌ يُحْتَبَا وَ يُحْتَبٰهُ
(فتح القدیر)

اُحْدُ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت رکھتا ہے
اور ہم اس سے محبت رکھتے ہیں۔

اس حدیث کی تفسیر صحیح میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم سے کوہ اُحد کے لوگ محبت کرتے ہیں اور وہ مدینہ منورہ کے باشندے ہیں اور ہم ان سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ بذاتِ خود یہ پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی قوت بخشی ہے۔ (شرح مسلم۔ نووی)

امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ یہ پہاڑ جنت کے پہاڑوں میں سے ہے۔

سب سے افضل پہاڑ کون ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ کوہ اُحد سب سے افضل ہے اور ایک قول یہ ہے کہ جبلِ عرفات۔

بعض کا خیال ہے کہ جبلِ ابوقیس اور کچھ کی رائے ہے کہ کوہِ طور سب سے افضل ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ (زرقانی)

زائر شہداء اُحد کے مزارات کی زیارت کرے اور ان کو سلام پیش کرے حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے شہداء اُحد کے بارے میں ارشاد فرمایا:

قیامت تک شہداء اُحد کو جو کوئی بھی

سلام پیش کرے گا وہ اس کے سلام کا

لا یستمر علیہم احدًا

یسوم القیامة لا یردّوا

علیہ روایہ البیہقی عن ابی ہریرۃ۔ | جواب دیں گے۔ بروایت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ)

شہدائے اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ انہیں جبیر بن معلم کے غلام وحشی بن حرب نے اپنے نیزے سے ضرب لگائی تھی جس سے آپ شہید ہوئے تھے۔

علامہ ترمذی نے فرمایا ہے کہ ابن شیبہ نے روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوہ اُحد کے شہداء کے مزارات پر ہر سال کے شروع میں تشریف لاتے اور یہ کلمات کہتے،

سَلَامٌ عَلَیْكُمْ بِمَا مَسَّبَتْكُمْ فِتْنَتُمْ | تم کو سلام تمہارے صبر کے سبب (تمہارے لئے)
عُقْبَى الدَّارِ۔ | وار آخرت کا انجام اچھا ہے۔

شیخ دیلمی نے لکھا ہے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی سنت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے شہداء اُحد کے مزارات کی زیارت کے لئے جایا کرتے۔

زار کے لئے افضل یہ ہے کہ جمعرات کو صاف ستھرا ہو کر دن کے ابتدائی حصے میں شہداء اُحد کی زیارت کے لئے جائے تاکہ مسجد نبوی میں ظہر کی نماز باجماعت اس کی فوت نہ ہو (رد المحتار)

”الاختیار“ میں ہے کہ یوں کہے: سَلَامٌ عَلَیْكُمْ بِمَا مَسَّبَتْكُمْ

فِتْنَتُمْ عُقْبَى الدَّارِ۔ سَلَامٌ عَلَیْكُمْ دَارَ قُتُوبِ تَمُوتُ مِنْہِیْ وَ اِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهِ بِكُمْ لَا حَقُّوْنَ ۝ اور آیتہ الکرسی اور سورہ اخلاص پڑھے۔

اُحد کے قریب پہنچ کر مسجد حمزہ سے زیارت شروع کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ میرے چچاؤں میں سب سے بہتر حضرت حمزہ ہیں۔ حافظ ابو القاسم بن مساکر دمشق نے یہ روایت نقل کی ہے۔

حضور نے مزید ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے یہاں ساتوں آسمان والوں میں حمزہ کو اسد اللہ

اور اسد رسول اللہ کھائے۔ (حاکم)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نبی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ ان کو ثنود بننے دوڑھ پلایا تھا۔ ان کی عمر شہادت کے وقت اٹھ سال تھی۔ (مواہب لدنیہ)

اور صاحب "امامہ" نے لکھا ہے کہ ساٹھ سال سے کم وہ باحیات رہے۔ بعض نے اٹھاون سال آپ کی عمر بتائی ہے۔ اور کچھ نے ساٹھ سال کی۔ (زر قانی)

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی خفوع و خشوع کے عالم میں زیارت کرے اور ان کی خدمت میں سلام پیش کرے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی زیارت فرماتیں۔

"احیاء العلوم" میں ہے کہ وہ نمازیں پڑھتیں اور وہاں رقیں سنہ ۹۰ھ میں ان کا قبہ تعمیر کیا گیا۔

ابو الیمین سعد اللہ عبد الباقی بغدادی کی کتاب "ادفع منہج" الی معرفۃ مناسک الحج میں لکھا ہے زائر کے لئے مستحب ہے کہ بقیع جائے اور وہاں کے مزارات کی زیارت کرے۔ خصوصاً سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کی۔ یہ بات قابل قبول نہیں اس لئے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا مزار بقیع میں نہیں ہے۔

اور زائر (کوہ احد پر) عبد اللہ بن عیش کو سلام پیش کرے۔ یہ ام المؤمنین حضرت زینب کے بھائی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی امیر بنت عبد المطلب کے صاحبزادے ہیں۔ امیر کے اسلام کے سلسلے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ ابن اسحاق نے اسلام کی نفی کی ہے۔ (زر قانی) ذہبی نے "تجریۃ الصحابہ" میں لکھا ہے کہ عبد اللہ بن عیش کی والدہ امیر ہیں۔ بعض "مناسک" میں یہ بھی ہے کہ عبد اللہ کی والدہ صفیہ بنت عبد المطلب ہیں تو ہو سکتا ہے اس کے مؤلف نے کسی معتبر کتاب میں اس کی تصریح دیکھی ہو۔

اور وہ مصعب بن عمیر کو سلام پیش کرے۔ انہیں ابن قیہ نے شہید کیا تھا۔ یہ بھی

مردی ہے کہ وہ دونوں مصعب بن میسر اور عبداللہ بن عمر بن عیث حضرت حمزہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے ہیں۔

شہداء اُحد کی تعداد کل ستر ہے۔ ان میں سہل بن قیس رضی اللہ عنہ بھی ہیں ان کا مزار حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے پیچھے اس سے شامی جانب ان کے مزار اور کوہ اُحد کے وسط میں واقع ہے۔

شہداء اُحد میں عبداللہ بن عمرو، البراء بن مالک، عقیل بن ابی ریحان، غادہ بن عمرو بن جراح، خاریج بن زید، سعد بن ربیع اور نعمان بن مالک بھی ہیں۔ ان کے مزارات غربی جانب حضرت حمزہ کے مزار سے کوئی دھائی سو گز کے فاصلہ پر واقع ہیں۔

سید سہبوی نے "تاریخ المدینہ" میں لکھا ہے کہ ان کے مزارات اُحد کے بڑے ٹالے کے مغربی سمت میں ایک بلند حصہ پر واقع ہیں۔ دوسرے شہداء اُحد کے مزارات کی شناخت تو نہ ہو سکی تاہم ظاہر یہی ہے کہ ان کے مزارات بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے ارد گرد میں ہوں گے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پانچویں آپ کا مزار بڑے ٹالے کی قبر ہے۔ (الکعب)

لیکن اب اس کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ میں نے زیارت کرانے والے سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کچھ نہ بتایا۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے سر ہانے ایک قبر ہے اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ سید مقل جو اشرف مکہ سے ہیں ان کی قبر ہے۔ اسی طرح مسجد کے صحن کی قبر مدینہ کے کسی امیر کی ہے۔ حضرت حمزہ کے مزار اور کوہ اُحد کے درمیان پتھر کی باؤنڈری کے اندر نظر آنے والی قبریں اعرابیوں کی ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار اور کوہ احد کے درمیان ایک قبر ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک کی شہادت گاہ ہے۔

منقول ہے کہ عقبہ بن وقاص نے اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیر مارا جس سے حضور کا نچلا دانت جسے رباعی کہتے ہیں ٹوٹ گیا۔ ٹوٹنے کی وضاحت یہ کی گئی ہے کہ دانت کا ایک ٹکڑا ٹوٹ کر نکلا۔ دانت جڑ سے نہیں اکڑا۔ حدیث میں دانت کے لئے رباعیہ کا لفظ آیا ہے۔ علامہ زرقانی نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ رباعیہ وہ دانت ہے جو بیچ کے دونوں دانت اور فریکلے دانت کے درمیان ہوتا ہے۔ اس کی جمیع رباعیات آتی ہے (زرقانی)

بقول بعض حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام جب حج اور عمرہ کے لئے آئے اور مکہ مکرمہ سے واپسی میں کوہ احد پر اترے تو حضرت ہارون علیہ السلام کا پیغام اجل پہنچا اور اسی پہاڑ پر انہوں نے وفات پائی اور وہیں انہیں دفن کیا گیا۔ ان کا مزار بھی اسی پہاڑ کے اوپری حصہ پر مشہور و معروف ہے۔

یہ روایت سند کے ساتھ زبیر بن بکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے "فضل المدینۃ" نامی کتاب میں نقل کی ہے۔ (الروض)

لیکن زرقانی نے نقل کیا ہے کہ یہ روایت قطعاً غلط ہے اور زبیر کی سند اس سلسلے میں نہایت ضعیف ہے۔ کیونکہ بعض کی تحقیق کے مطابق حضرت ہارون علیہ السلام نے شام کے شہر جبہ کے علاقہ میں وفات پائی اور اکثر کئی رائے یہ ہے کہ مقام تیرہ میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے وفات پائی۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے پہلے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

کوہ احد میں ایک غار ہے جس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھپے تھے۔ اسی طرح وہ چٹان جس کے سلسلے میں لوگ بتاتے ہیں کہ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف رکھی تھی اس کے اوپر ایک سر کا نشان ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کا نشان ہے۔ یہ باتیں معتمد ذوالحجہ سے ثابت نہیں ہزار کے

لئے مستحب ہے کہ کوہ احد کے کسی درخت سے تھوڑا سا حصہ بطور تبرک کھائے گا اسے خوار دار درخت ہی کا حصہ کیوں نہ نصیب ہو۔ (شرح المناک)

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ احد جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے جب تم اس پر پہنچو تو اس کے پھلوں سے کچھ کھاؤ۔ اگر کوئی پھل نہ ہو تو اس کے گھاس پودے ہی کھاؤ۔
 ”نظام الملک“ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب کوہ احد پر پہنچو تو اس کے درخت سے کچھ کھالیا کرو۔ اس کے خوار دار درخت ہی یہی۔

بعض ”مناسک“ میں مروی ہے کہ ”جب تم کوہ احد پر پہنچو تو اس کے درخت سے حریدو“ لیکن میں اس روایت سے واقف نہیں۔

کوہ احد کی مسجدوں میں نماز پڑھنا مستحب ہے۔

مساجد احد میں حسب ذیل مسجدیں قابل ذکر ہیں :

مسجد فصح

یہ مسجد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے شمال میں کوہ احد کی جڑ میں اس سے متصل واقع ہے۔ جب مہر اس کی گھاٹی میں جائیں تو آپ کے دائیں جانب احد سے متصل یہ مسجد ملے گی۔ مہر اس پتھر کی اوکھی کو کہتے ہیں۔ عربوں کی عادت تھی کہ کنوئیں کے پاس اوکھی بنا پتھر رکھ دیا کرتے تھے جس میں پانی بھر دیا جاتا تھا۔

علامہ زرقانی کی رائے یہ ہے کہ ”مہر اس“ احد کے ایک کنوئیں کا نام ہے۔

اس مسجد کو مسجد فصح کہے جانے کی وجہ یہ ہے کہ بقول بعض آیت فصح اسی میں نازل ہوئی۔ آیت فصح یہ ہے۔

اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ تم مجلسوں میں جگہ دو تو تم جگہ دو اللہ تبارک و تعالیٰ تمہیں جگہ دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا لَافْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ (۲۰-۲۱)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ایک دوسرے سے

آگے رہنے کی خواہش رکھتے اور کسی کو اپنے پاس آتا ہوا دیکھتے تو اپنی جگہ سے ہٹتے نہیں تھے اور آنے والے کو حضور سے قریب بیٹھنے کا موقع نہ دیتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ آنے والوں کو وہ جگہ دے دیا کریں۔

ابوالعالیہ اور حسن نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ ایسا لڑائیوں کے موقع پر ہوتا کہ اگر کوئی صف میں آتا اور کہتا کہ جگہ دو تو لوگ قتال کے شوق اور اپنی شہادت کے اشتیاق کے سبب جگہ دینے سے انکار کر دیتے تھے۔ (معالم التنزیل)

مردی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد سے فارغ ہونے کے بعد اس مسجد میں ظہر و عصر کی نماز ادا فرمائی تھی۔

مسجد جبل عیینین یہ مسجد کوہ عیینین کے شرقی حصے پر واقع ہے اس حصے کے بائیں میں بتایا جاتا ہے کہ یہ وہ ہے جس پر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی روز لگا تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن ظہر کی نماز اسی پہاڑ پر پڑھی تھی اس لئے اس کو جبل عیینین کہا جاتا ہے۔

مسجد وادی یہ مسجد ابھی اور پر ذکر کی جانے والی مسجد کے قریب ہی کوہ عیینین کے شامی کنارہ پر واقع ہے۔

کہا جاتا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی جگہ سے اسی جگہ آکر گر پڑے تھے پھر یہاں سے اس جگہ لے جاتے گئے جہاں بحکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم دفن کئے گئے۔

جنت البقیع اور بیرون جنت البقیع مدینہ منورہ

اور اس کے قرب و جوار کی متبرک مسجدیں

جنت البقیع اور بیرون جنت البقیع مدینہ منورہ اور اس کے قرب و جوار میں کثرت سے مسجدیں پائی جاتی ہیں ان میں مشہور مسجدوں کا تذکرہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

مسجد الجمعہ | یہ مسجد تبار کے شامی جانب واقع ہے۔

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی جمیعت کے ساتھ جو تقریباً ستویں پڑ گئی تھی اس میں نماز ادا فرمائی۔ (مواہب لدنیہ)

بقول بعض صحابہ کی تعداد چالیس تھی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبار سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ روانگی کے دوران قائم کیا گیا۔

اس مسجد کے قریب ایک وادی ہے جس کے مغرب میں بنی سالم بن عوف کے دیار ہیں اس لئے اس مسجد کا نام مسجد الوادی بھی ہے۔ (جذب القلوب)

یہ مسجد تبار جانے والے شخص کے وائیں طرف واقع ہے۔ (مواہب لدنیہ)

بعض نے کہا ہے کہ بنی سالم کی دو مسجدیں ہیں ان میں چھوٹی یہی مسجد الجمعہ ہے۔

مسجد الفضیح | یہ مسجد تبار کے شرقی جانب واقع اور چوکور ہے مسجد الشمس کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مشرق میں ہے اور نسبتاً دوسری

جگہوں کے بلند جگہ پر ہے اس طرح آفتاب کی شعاع سب سے پہلے اس پر پڑتی ہے۔

بعض نے اس مسجد کی وجہ تسمیہ یہ بتائی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے سورج

کی واپسی کا واقعہ اسی جگہ رونما ہوا تھا۔ لیکن یہ غلط ہے۔ اس لئے کہ یہ واقعہ مبارک غیر کا ہے۔
بنو نضیر کے یہودیوں کا جب آپ نے محاصرہ فرمایا تھا۔ اس جگہ چودہ دن تک نماز ادا
فرمائی تھی۔ پھر یہاں پر مسجد بنائی گئی۔

مسجد بنی قریظہ

مسجد شمس کے مشرق میں یہ واقعہ ہے۔ ولید بن عبدالملک کے زمانے
میں یہ مسجد بنائی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے محاصرہ کے
وقت اس جگہ نزول فرمایا تھا۔ اس مسجد میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ مسجد کا
مغربی شمالی گوشہ ہے۔

اس جگہ مسجد قبار کے مینارے کی طرح ایک مینارہ تھا۔ پھر وہ گر گیا اور اس کی جگہ
نصف قامت کے بقدر ایک چمترہ بنایا گیا۔

مسجد ماریہ قبیطیہ | حضرت ماریہ قبیطیہ شاہ زادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابراہیم
کی والدہ ہیں۔

مسجد بنی قریظہ کے شمالی جانب مقام عالیہ میں یہ مسجد واقع ہے۔ عالیہ مدینہ منورہ سے
سے چار یا تین میل کے فاصلہ پر نواحی آبادیوں کا نام ہے۔

مروئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر نماز پڑھی ہے۔ اس جگہ حضرت
ماریہ قبیطیہ رضی اللہ عنہا کا ایک باغ تھا۔ اسی باغ میں حضرت ابراہیم شاہ زادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی ولادت ہوئی تھی۔

مسجد بنی ظفر

اسے مسجد البغداد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد بقیع کے شرقی جانب قبر
فاطمہ بنت اسد والدہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے راستے میں واقع
ہے۔ بنی ظفر کے محل میں اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا اور وہاں کے پتھر پر
تشریف رکھنا منقول ہے۔

اور اس کا پتھر بارہا کیا جا چکا ہے کہ جس عورت کو استقرار حمل نہیں ہوتا اس پتھر پر

بیٹھ جاتی ہے تو اسے استعزاز محل ہو جاتا ہے۔ یہیں ایک پتھر ملی نہیں ہے جس کے پتھروں پر
خمر کے کھر، کہنی اور انگلیوں کے نشانات ہیں۔ یہ سب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں
اور لوگ ان سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

علامہ شہاب آفندی نے "شرح الشفاء" میں لکھا ہے کہ سیوطی نے اپنے فتاویٰ میں
تحریر فرمایا ہے کہ میں اس روایت کی اصل و سند سے واقف نہیں اور نہ حدیث کی کسی کتاب میں
یہ روایت میری نظر سے گزری ہے۔

ان کے شاگرد عظمیٰ نے "جامع صغیر" کی شرح میں انہیں کا اتباع کیا ہے مزید یہ بھی
لکھا ہے کہ کسی معتد تاریخ میں بھی یہ بات نہ مل سکی۔ پھر اس کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی طرف کرنا روا نہیں۔

مسجد الإجابة | یہ بقیع کے شامی جانب اس کے ایک قید بنی معاویہ کی مسجد ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دن مسجد بنی معاویہ سے گزر ہوا۔ آپ نے
اس میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اس کے بعد محراب سے تقریباً دو ہاتھ دائیں جانب
کھڑے ہو کر ایک طویل دعا فرمائی۔

اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ میری امت کو قحط و غرق میں ہلاک نہ
فرمائے۔ میری یہ دعا مقبول ہوئی اور میں نے یہ دعا کی کہ میری امت میں باہمی قتل و خونریزی
نہ ہو۔ یہ دعا مقبول نہ ہوئی۔

مسجد البقیع | یہ مسجد قتیل کے مزار کے مغرب جانب واقع ہے اس کے بارے میں بتایا گیا
ہے (کہ نماہر یہ ہے کہ یہ مسجد ابی ابن کعب ہے) — مروی ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم اس مسجد میں گنا جابا کرتے اور اس میں نماز پڑھتے اور ایسا متعدد بار ہوا۔

مسجد فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا | یہ مسجد بقیع میں ہے اور بیت الاحزان کے نام سے مشہور ہے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غم میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

لوگوں سے الگ تھلک ہو کر اسی میں ٹھہری تھیں۔

مسجد البوزرغماری رضی اللہ عنہ | یہ چھوٹی سی مسجد ہے۔ کوہ اُحد کے ایک حصے سے قریب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے راستے میں واقع ہے۔

اس کی لمبائی آٹھ اتر ہے بتایا گیا ہے کہ شاید یہ وہ مقام ہے جس کے بارے میں ایک روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور ایک بہت طویل سجدہ فرمایا اور آپ پر اسی جگہ وحی نازل ہوئی چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میری خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ کا ارشاد ہے جس نے آپ پر دو رو پڑھا اس پر میں رحمت نازل کر دوں گا۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا سجدہ شکر ادا کیا۔ (بیہقی)

مسجد مصلی العید | یہ مسجد مدینہ منورہ سے باہر غربی جانب واقع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وصال تک اس میں نماز پڑھتے رہے۔ اور جب اپنے سفر سے واپس آتے اور اس عید گاہ سے آپ کا گزر ہوتا تو آپ قبلہ رو ہو کر دعا فرماتے۔

ابن مسیب نے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی (شاہ حبشہ) کی نماز جنازہ اسی عید گاہ میں ادا فرمائی۔

ایکٹ اور مسجد | یہ مسجد عید گاہ کی مسجد کے شمال میں مال بجانب مغرب واقع ہے اور مسجد سیدنا البرکبر رضی اللہ عنہ کے نام سے مشہور ہے۔ شاید حضرت البرکبر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اس کے اندر نماز عید ادا کی ہو یا اس سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھی ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے پہل لوگوں کی کم تعداد ہونے کے سبب اس میں نماز عید ادا فرمائی تھی۔

ایکٹ تیسری مسجد | عید گاہ کے شامی طرف یہ ایک اور مسجد ہے اور مسجد علی کے نام سے مشہور ہے۔ شاید حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس مقام پر نماز عید ادا فرمائی ہو۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ جس وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ محصور تھے

اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے نکلے اور اس جگہ ٹھہرے تھے۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابتداءً لوگوں کی کمی کے سبب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز
عید اور فرمائی تھی۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ تینوں مسجدیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے
زمانہ میں تعمیر کی گئیں۔

مسجد الفتح یہ مسجد کوہ سلع کے مغربی حصہ پر واقع ہے۔ سلع مدینہ منورہ سے باہر ایک
پہاڑ ہے اس مسجد کو مسجد الاحزاب بھی کہتے ہیں۔ اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کا نماز ادا فرمایا۔ روایتوں میں ملتا ہے۔

اس مقام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام خندق دو شنبہ، بد شنبہ اور چہار شنبہ کو
کفار قریش کی شکست کے لئے دعا فرمائی تھی۔ چنانچہ چہار شنبہ کو دو نمازوں کے درمیان حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی۔ (فتح القدیر)

جہاں یہ دعا مقبول ہوئی تھی وہ جگہ مسجد کے صحن میں محراب کے مقابل ہے۔
شیخ دہلوی نے نقل کیا ہے کہ دعا کرنے والا محراب کے سامنے مسجد کے صحن میں کھڑا ہو۔
مسجد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ یہ مسجد جانب قبلہ میں مسجد الفتح کے قریب واقع ہے۔ اس
میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز ادا فرمایا ہوئی ہے۔

مسجد علی رضی اللہ عنہ یہ مسجد بھی مسجد الفتح کے قریب واقع ہے۔ اس میں بھی نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کا نماز ادا فرمایا منقول ہے۔

مسجد ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ مسجد مسجد الفتح کے پاس قبلہ کی طرف پہاڑ کی جڑ میں واقع ہے۔
اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز پڑھنا ہوئی ہے۔

یہ تینوں مسجدیں تینوں اصحاب رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیوں ہیں اس کی وجہ
معلوم نہ ہو سکی۔

ان تینوں مسجدوں کو مساجد الفتح بھی کہا جاتا ہے۔

کچھ لوگوں نے یہ وجہ بتائی ہے کہ ان تینوں اصحاب رضی اللہ عنہم کی قیام گاہیں خندق کے دن انہیں جگہوں پر تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قیام گاہوں میں تشریف لائے تھے اور ان میں نماز پڑھی تھی۔

مسجد نبی حرام | یہ مسجد اسی نام سے مدینہ منورہ میں مشہور و معروف ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے۔ اس مسجد کے پاس کوہ سلع کا غار ہے۔ جسے کعبہ بنو حرام کہتے ہیں۔

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غار میں تشریف رکھی اور آپ پر وحی نازل ہوئی۔ حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ کے پاس وحی لائے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: —

آپ کو بشارت ہو میں آپ کی امت کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہ کروں گا جو آپ کے لئے ناگوار خاطر ہو۔

طَوْبَىٰ لَكَ لَا أَفْعَلُ بِأُمَّتِكَ
أَمْرًا يَكُونُ مَكْرُوفًا لَكَ

طبرانی نے بھی اسی مفہوم کی حدیث روایت کی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیام خندق کی راتیں اسی غار میں گزارتے یہ غار قبلہ کے راستے میں مدینہ منورہ سے مساجد الفتح کی طرف جانے والے کے دائیں جانب واقع ہے۔

مسجد القبلیتین | یہ مسجد مساجد الفتح کے غریبی جانب وادی حقیق سے قریب واقع ہے۔ اس میں دو محرابیں ہیں ایک کعبہ کی طرف اور دوسری بیت المقدس کی طرف۔

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غنیمہ والدہ بشر بن براہ بن معرور سے ملنے بنی سلمہ کے ان تشریف لے گئے۔ انہوں (غنیمہ) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کیا۔ ظہر کا وقت ہو گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ ان کی مسجد میں دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تیسری رکعت میں کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہی حضرات کعبہ کی طرف گھوم گئے۔

اس طرح کہ امام اپنی اس جگہ سے جہاں وہ پڑھ رہا تھا اپنے پیچھے کی طرف گیا اور لوگ بھی گھوم کر امام کے پیچھے ہو گئے۔ اور عورتیں بھی گھومیں اور مردوں کے پیچھے ہو گئیں۔
اس مسجد میں تبدیلی قبلہ کا حکم نازل ہونے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس میں بیت المقدس سے کعبہ کی طرف رخ کر لینے کے سبب اس کا نام مسجد القبلتین ہو گیا۔

(مواہب لدنیہ بروایت ابن سعد عن واقدی)

زرقانی نے لکھا ہے کہ یہاں یہ اشکال نہیں کہ یہ عمل کثیر ہے کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ عمل کثیر اس وقت تک نماز میں گفتگو کی طرح مغمہ نماز نہ رہا ہو۔ یا مصلحت کے پیش نظر یہ عمل معاف کر دیا گیا ہو۔

مسجد الذباب | مسجد الزایہ کے نام سے یہ مشہور ہے۔ اور کوہ صلع سے شرقی جانب مدینہ

منورہ سے شامی طرف پہاڑ کے حصہ پر واقع ہے۔ اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز ادا فرمانا بعض روایتوں میں منقول ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو اپنا خیمہ اسی مقام پر نصب فرمایا تھا۔

مسجد السقیا | سقیا ایک مقام کا نام ہے۔ وہاں کے کنوئیں کے شامی طرف یہ مسجد واقع ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ نماز ادا فرمائی اور اہل مدینہ

کے صاع اور مدین برکت کے لئے اسی مقام پر دعا فرمائی۔

متبرک کنوئیں

کئی شاعر نے خوب کہا ہے : —

أَفْضَلُ السَّيَاءِ مَاءٌ قَدْ بَنَعَ | بَيْنَ أَصَابِحِ النَّبِيِّ الْمَتَبَعِ

فساۃ زمزم فساۃ (معدی شر) | فنیل مضر شتم باق الا نھر

سب سے افضل پانی وہ ہے جو نبی مقتدی صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کے نیچے سے

نکلا پھر آب زمزم پھر آب کوثر پھر نیل مصر پھر دوسری ندیوں کا پانی —

واضح رہے کہ متبرک کنوئیں بہت سے ہیں۔ ان سے وضو کرنا غسل کرنا اور ان کا پانی

پینا مستحسن ہے۔ ان کے اعداد و سترہ بتائے گئے ہیں۔ بعض نے انیس ہونے کی تصریح کی ہے۔

ان میں بعض کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

بیر اریس

یہ کنواں مسجد قبار سے قریب اس کے غربی جانب واقع ہے۔ یہ کنواں

کھاری تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں آب دہن مبارک ڈالا اور

اس کا پانی نہایت شیریں اور لطیف ہو گیا۔ یہ وہی کنواں ہے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی

پنڈلی کھول کر پاؤں ٹٹکائے ہوئے بیٹھے تھے اور پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت

عثمان رضی اللہ عنہم بھی اسی نشست سے بیٹھے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے

وضو فرمایا ہے۔ (بخاری و مسلم)

بتایا جاتا ہے کہ اس کا پانی آب زمزم کی طرح جس مقصد سے پیا جائے شفا پیاں

کی شدت ختم کرنے یا مرض سے شفا یابی یا اسی طرح کے دیگر مقاصد کے لئے تو یہ مقاصد

پڑے ہوتے ہیں جیسا کہ علامہ علی قاری نے نقل کیا ہے۔

اسی کوئیں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہیں کے ہاتھ سے یا ان کے مادم معیت کے ہاتھ سے مہر نبوت گری اور انتہائی تلاش و جستجو کے بعد بھی نہ مل سکی۔

اس میں راز یہ ہے کہ اسی مہر پر انتظام و تدبیر کا مدار تھا۔ اس کا کھوجانا۔ نقتے و فساد ماریل بن گیا۔ اس مہر کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔ ایک مطر میں محفل دوسری میں رسول اور دوسری میں اللہ مکتوب تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ انگشتری مبارک اپنے ہاتھ میں پہنتے پھر یہ حضرت البرکہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پہنچتی اور سب سے اخیر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آتی اور انہیں کے ہاتھوں گم ہوئی۔

بیر غر مس | مسجد قبا سے مشرق و شمال کی جانب یہ کنواں واقع ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے حضور فرمایا اور پانی پینا اور بقیہ پانی اسی میں ڈال دینا بعض روایتوں سے ثابت ہے۔

ابن ماجہ کی یہ صحیح روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پانی سے سات مشک سے غسل دیئے جانے کی وصیت فرمائی تھی۔ حسب وصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے غسل دیا گیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے مروتی ہے کہ یہ کنواں جنت کے چشموں سے ایک چشم ہے (نظام الکرام) بیر زور مر | یہ کنواں مسجد قبلتین کے شمالی جانب وادی عقیق میں واقع ہے۔ وادی عقیق ایک مبارک وادی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا اس وادی سے مجھے محبت ہے۔ اور اس کو مجھ سے محبت ہے۔ اس کوئیں کا پانی نہایت شیریں اور لطیف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے "جس نے بیر زور کی کھدائی کی اس کے لئے جنت ہے" اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی کھدائی کرائی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے پینتیس ہزار درہم میں خریدا اور غنی، نادر اور مسافر کے لئے اسے وقف کر دیا۔

بیر لُصاعہ | یہ کنواں مدینہ طیبہ کے باب شامی کے پاس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار کے راستہ پر چلنے والے شخص کے دائیں جانب واقع ہے۔ ان دنوں یہ کنواں باغ جہل اللیل میں ہے۔

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پانی سے وضو فرمایا ہے اور اس میں اپنا لعاب و بن مبارک ڈالا اور اس کے پانی اور پینے والوں کے حق میں دعامر برکت فرمائی ہے۔ عہد رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بیماروں کو بغرض شفا اس کے پانی سے نہلاتے تھے۔ حق سبحانہ اس کی برکت سے انہیں صحت عطا فرماتا۔

بیر لُصہ | بغرض بار و تشدید صاع یا تخفیف صاع۔ یہ کنواں جنت البقیع سے قریب ہے بقیع سے جو راستہ مسجد قبا کو گیا ہے اس کے مشرق جانب نخلستان میں واقع ہے۔ یہاں دو کنوئیں ہیں۔ ان میں ایک چھوٹا ہے۔ بتایا گیا ہے کہ ان دنوں میں ”بیر لُصہ“ بڑا ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ بیر لُصہ چھوٹا ہے اور اس میں سیریاں ہیں۔

اس کنوئی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک دھویا سر کا خالہ اور موئے مبارک چہرے جھڑے اسی کنوئی میں برکت کے لئے آپ نے ڈال دیئے۔

بیر حار | یہ کنواں مسجد نبوی سے قریب شمال جانب واقع ہے اور بعض مناسک میں جو یہ ہے کہ یہ کنواں مسجد نبوی سے قبلہ جانب ہے یہ صحیح نہیں۔

پہلے یہ کنواں حضرت ابطلحہ انصاری کے باغ میں تھا۔ اس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور درختوں کے سایہ میں تشریف رکھتے اور اس کنوئی کا پانی نوش فرماتے۔ ان دنوں یہ کنواں ایک چھوٹے سے باغ میں ہے۔

بیر احاب ان دنوں یہ کنواں زمزم کے نام سے مشہور ہے۔ یہ کنواں مدینہ منورہ کے مغربی جانب شگلخ زمین پر واقع ہے۔ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈالا ہے۔

بتایا گیا ہے کہ اس کا پانی دنیا کے گوشے گوشے میں اب زمزم کی طرح بے جایا جاتا تھا۔
بیر العہن مسجد قبار کے شرقی جانب حوالی مدینہ کے ایک پہاڑ پر یہ کنواں کند ہے۔ بعض نے اسے بیر المیہ کہہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مبارک اس میں ڈالا ہے اور اس کے پانی سے وضو فرمایا ہے اور اس کنوئیں کے لئے دعائے برکت فرمائی ہے۔
بیر ابی عنبہ یہ کنواں مدینہ منورہ سے ایک میل پر واقع ہے شاید اس وقت یہ کنواں بیرونی کے نام سے مشہور ہے۔

مروی ہے کہ لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ بدر کے لئے روانہ ہوا تھا تو اسی جگہ اُتر آقا۔
بیر انس بن مالک راجع یہ ہے کہ یہ کنواں ان دنوں زناطیہ کے نام سے مشہور ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کنوئیں کا پانی نوش فرمانا اور اس میں اپنا لعاب دہن مبارک اُن منقول ہے۔
 مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کے سبب مدینہ منورہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے کنوئیں سے زیادہ شیریں اور میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہ تھا یہ روایت ابو نعیم وغیرہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ (وزرقانی)

بیر السقیاء یہ شگلخ زمین پر واقع ہے اور سبیر الاعجام کے نام سے مشہور ہے یہ کنواں ایران ہر چکا تھا۔ عجم کے کسی فقیر نے اسکی تعمیر لوکی۔ یہ بیر علی جانے والے شخص کے دائیں طرف واقع ہے بعض روایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا پانی نوش فرمایا ہے۔
 مذکورہ کنوئوں میں حسب ذیل سات کنوئیں زیادہ مشہور ہیں، بیر اریس۔ بیر فرس۔ بیر روم۔ بیر بضاہ۔ بیر لبعہ۔ بیر مار۔ بیر العہن۔

حرمین شریفین کے درمیان کی مسجدیں

زار کو مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان کی مسجدوں کی بھی زیارت کرنی چاہیے۔ کرمانی نے اپنی مٹاسک میں ایسی بیس مسجدوں کا ذکر کیا ہے۔
ان میں بعض کا تذکرہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ذوالحلیفہ ابی مدینہ کی میقات ہے۔

مسجد ذوالحلیفہ

مردی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ اور حجۃ الوداع کے سفر میں ذوالحلیفہ کے ایک بول کے درخت کے نیچے قیام فرمایا تھا اور نماز کے بعد یہیں احرام باندھا تھا۔
آپ کی نماز پڑھنے کی جگہ مسجد کا درمیانی ستون ہے۔

ذوالحلیفہ میں پہلی مسجد کے قریب یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔

مسجد المعترض

محمد بن اسحق مدینی نے کہا ہے کہ معترض مدینہ منورہ سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت ایک غزوہ سے واپس ہو رہے تھے آپ شب کے اخیر حصہ میں یہیں اترے اور اسی جگہ نماز ادا فرمائی تھی۔ اسی لئے اس جگہ کو معترض (رات کے اخیر حصہ میں اترنے کی جگہ) کہتے ہیں۔

مسجد شرف الرواح

شرف الرواح مدینہ منورہ سے تیس یا چالیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ اس جگہ دو مسجدیں ہیں ایک چھوٹی

اور دوسری بڑی۔

منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی مسجد میں نماز ادا فرمائی ہے۔ یہ مسجد

مکہ جانے والے راستے پر چلنے والے شخص کے دائیں جانب واقع ہے۔ ان دونوں مسجدوں کے درمیان ایک مرتبہ پتھر وغیرہ پھینکنے کی مقدار کا فاصلہ ہے۔ یہیں چند مزارات ہیں جو مزارات شہداء کے نام سے مشہور ہیں۔ شاید یہ ان اہل بیت کے شہداء کے مزارات ہیں۔ جنہیں سوائے میں ظہما شہید کیا گیا تھا۔

مسجد الغزالہ یہ مسجد وادی روماء کے اخیر حصے میں پہاڑ کے کنارہ مکہ جانے والے راستے کے بائیں طرف واقع ہے اور یہ منورہ جانے والے راہی کے دائیں جانب ہے۔ اس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول فرمایا اور نماز پڑھنا منقول ہے۔ اسے غزالہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس وادی میں ہرنی نے آپ کی رسالت کی شہادت دی تھی۔ یہ واقعہ اسی جگہ سے منسوب ہے۔

مسجد عرق الطبیعیہ مقام روماء سے قریب واقع ہے۔ مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ بدر کا مقام ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو چھپر بنائی گئی تھی۔ وہ اس سے قریب تھی۔ اس کی جگہ ایک کھجور کے درخت کے پاس مشہور ہے۔ (شرح الناسک)

مسجد بدر شیخ دہلوی نے لکھا ہے یہ مسجد اسی چھپر کا جگہ بنائی گئی ہے۔ اس کے قریب ایک چشمہ ہے اور اسی کے قریب ایک دوسری مسجد بھی ہے۔ جس کی اصل کا پتہ نہیں۔ زائر جب مقام بدر پر پہنچے تو وہاں کے شہداء و صحابہ رضی اللہ عنہم کو اجمال طور پر سلام عرض کرے۔

مکہ جانے والے راہ گیر کے دائیں طرف بدر کے بعد ایک پہاڑ میں جو شگاف ہے جس پر لوگ چڑھتے ہیں اور خیال رکھتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔

اسی طرح وہ ٹیکہ میس کے بارے میں مولم کا دعویٰ ہے کہ فرشتے اس پر نقارہ بجاتے ہیں۔ اس کا بھی کوئی اصل نہیں۔ لیکن شیخ دہلوی نے فرمایا ہے کہ نقارہ کی آواز وہاں سنی جاتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

مسجد الصفراء لوگ اس مسجد سے برکت حاصل کرتے ہیں۔ عبیدہ بن حارث نے غزوہ بدر کے زخم کے سبب اسی مقام صغرا میں وفات پائی تھی۔ یہیں آپ دفن کئے گئے۔ وہیں آپ کے مزار کی زیارت کی جاتی اور اس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔

عوام اس مزار کو حضرت ابوذر غفاری کا مزار بتاتے ہیں یہ صحیح نہیں اس لئے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ربہ میں مدفون ہوئے ہیں۔

مسجد الجحفہ پہلی مسجد حنفہ کے شروع میں مدینہ کی طرف ہے۔ دوسری حنفہ کے اخیر میں مینقات کی حد بتانے کے لئے جو دو نشان بنے ہیں ان کے قریب بے تیسری مکہ جانے والے راستہ پر حنفہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔

مسجد غلیص بضم غار، مکہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اس جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہے۔

مسجد الظہران یہ مکہ جانے والے راستے کے بائیں طرف مکہ سے ایک منزل پر واقع ہے اسے مسجد الفتح بھی کہتے ہیں۔ شاید نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے وقت اس میں نماز ادا فرمائی ہو۔

مسجد شرف شرف ایک مقام کا نام ہے جو متقیم سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہیں ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا مزار ہے۔ اسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کا زفاف ہوا تھا۔ یہیں ان کی وفات ہوئی اور اسی جگہ دفن کی گئیں۔

مسجد تنعیم

اسے مسجد عائشہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے حجۃ الوداع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنے بھائی عبدالرحمن کے ساتھ اسی جگہ احرام باندھا تھا۔ یہ مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ کعبہ کے اطراف میں سب سے قریب تر جگہ یہی ہے۔

مسجد تنعیم نام رکھنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس کے دائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے نعیم اور بائیں طرف ایک پہاڑ ہے جسے ناعم کہا جاتا ہے اور وادی کو نعمان کہا جاتا ہے (العقد الثمین فی فضائل البلد الامین)

اس کے قریب ایک مینارہ ہے جس پر یہ لکھا ہے:

یہ وہ جگہ ہے جہاں مہمائی رسول
حضرت خبیب انصاری رضی اللہ عنہ
کو سولی دی گئی۔

إِنَّ هَذَا مَوْضِعٌ مُّبِیْ
فِیْهِ الصَّاحِبُ خَبِیْبُ
الْأَنْصَارِ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

مسجد فومی طوسی

نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تھے اسی مسجد کی جگہ ایک ببول کے درخت کے نیچے آپ نے تشریف رکھی تھی (العقد الثمین) اور اسی جگہ آپ نے رات گزاری اور مکہ میں صبح کی تھی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنے کی جگہ اس مسجد کے علاوہ ایک دوسری جگہ ہے۔

خاتمہ

حرمین شریفین کے فضائل

اور ان میں عبادت کی اہمیت

استباہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ النور کی جگہ اور اتنا حقہ جو اعضاء پاک کو عادی ہے وہ دنیا کی ساری جگہوں سے افضل ہے۔ (نظام الملکۃ منقول از تافہی عیاض) بلکہ سائے آسمانوں حتیٰ کہ عرش سے بھی افضل ہے۔ ابن عقیل حنبلی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ علامہ نووی کا میلان بھی اسی طرف ہے اور ظاہر ہے کہ پورا روضہ النور مراد ہے صرف جسم پاک سے لگے ہوئے حصے ہی نہیں۔

علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ تافہی عیاض نے ضم الاعضاء کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور یہ محاورہ میں پوری قبر کے لئے برلے جاتے ہیں صرف جسم پاک سے لگے ہوئے حصے کے لئے نہیں۔

پھر کعبہ مقدسہ روضۂ زمیں پر سب سے افضل ہے۔ روضہ النور کا حقہ چھوڑ کر مدینہ منورہ سے بھی اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ مکہ مکرمہ کعبہ مقدسہ کے سوا اور مدینہ منورہ یا شہر مزار پاک میں کون افضل ہے۔ اور مسجد نبوی اور مسجد حرام میں کون افضل ہے۔

امام شافعی اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا مذہب یہ ہے کہ مکہ مدینہ سے افضل اور مسجد مکہ مدینہ سے افضل ہے۔ اور امام مالک اور ایک جماعت کا مذہب اس کے

برعکس ہے۔ (امام نووی) اور اگر یہ کہا جائے کہ مکہ و مدینہ دونوں ہی مِنْ وَجْهِ فِضَلِیت رکھتے ہیں تو یہ تحقیق سے زیادہ قریب بات ہوگی۔

اس لئے کہ مکہ مکرمہ اور مسجد حرام میں نماز مدینہ منورہ اور مسجد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے افضل ہے۔ اور جو لوگ مدینہ منورہ اور مسجد نبوی میں ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس دنیا کے تمام جنتوں سے بہتر ہے (رسائل الارکان) بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ کا فباہر جدام و برص سے شفا دیتا ہے بلکہ ہر مرض کی دوا ہے۔ (جامع ابن اثیر)

ابن حجر نے تحریر فرمایا ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک گڑھا ہے جو بیمار سے شفا کے لئے عطار و غیرہ کے نزدیک پینے اور غسل کرنے دونوں طریقوں سے مجرب ہے۔

پینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی تھوڑی سی مٹی لی جائے اور پانی میں ڈال دی جائے اور پانی پی لیا جائے۔

غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کی مٹی پانی میں چھڑ دی جائے اور اس سے بیمار زدہ غسل کرے۔

لیکن پینا ابن ہمار وغیرہ کے نزدیک وارد شدہ ہے۔ جب بنو حارث بن ہمار میں مبتلا ہوئے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وادی صعیب سے تم کتنی دور ہو۔ انہوں نے کہا: ہم وادی صعیب کو کیا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس کی مٹی لو اور پانی میں ڈالو پھر تم میں کوئی اس پر اپنا لعاب ڈالے اور یہ کلمات کہے:

۱۔ اس کی تائید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے،

وَالْمَدِينَةُ خَيْرٌ لَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْقِلُونَ۔	مدینہ منورہ ان کے لئے بہتر ہے اگر وہ لوگ سمجھتے
---	--

<p>اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کے لعاب کے سبب ہمارے رب کے حکم سے ہمارے مرض کے لئے شفا رہے۔</p>	<p>بِسْمِ اللَّهِ شَرِبْتُ أَرْضَيْنَا بِرِيقِي بَعْضُنَا شِفَاءً لِمَرْضِنَا يَا ذِي زَيْنَا۔</p>
---	--

انہوں نے ارشاد کی تعمیل کی اور ان کا بنجار جاتا رہا۔

حدیث شریف سے اس کا پینا ثابت ہونے کی وجہ سے یہ مٹی حلال ہے ورنہ مٹی
کا کھانا اور پینا حرام ہے یہ مضر ہوتی ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ صادر فرمایا کہ جس شخص نے یہ کہا کہ مدینہ کی مٹی خراب ہے
اسے تیس کوڑے مارے جائیں اور قید کیا جائے۔ (الشفا)

مدینہ منورہ کی مٹی متعدد روایتوں میں دوزخ کے لئے لے جانا منقول ہے۔ (شیخ دہلوی)
مسکین میں یہ روایت موجود ہے۔

<p>جس شخص نے نہار منہ عجمہ کھجور کے سات دانے کھائے۔ اس دن اس کو نہ کوئی زہر اثر کر سکتا ہے اور نہ کوئی جادو۔</p>	<p>مَنْ أَكَلَ صَبَاحًا عَلَى السَّرِيقِ سَبْعَةً مِائَةَ النَّجْوَةَ لَا يَكُونُ فِيهِ ذَلِكَ الْيَوْمَ سَمٌّ وَلَا سَعِيرٌ۔</p>
--	---

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عجمہ (مدینہ منورہ کی عمدہ قسم کی ایک کھجور)
دورانِ سر کی دوا رہے۔

بعض علماء نے فرمایا ہے۔ مسجد حرام کی ایک نماز دوسری مسجد کی ایک لاکھ نماز کے برابر
ہے۔ اور بیت المقدس کی ایک نماز دوسری مسجد کی ایک ہزار نماز کے مساوی ہے۔ ایک
روایت میں ہے کہ پانچ ہزار نماز کے برابر ہے۔

امام احمد نے روایت کی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسجد حرام کی ایک
نماز میری مسجد کی تین نماز سے افضل ہے۔ (نظام الملک)

مسجد حرام سے مراد مسجد جماعت ہے جہاں جُمعی اور عاصفہ کا ٹھہرنا حرام ہے۔ ایک قول ہے کہ کہہ مراد ہے۔ (منک کبیر) بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

مِلْوَةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا خَيْرٌ مِّنَ الْفِ
مِلْوَةٍ فِي مَا سِوَاهِ الْاَلْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

ابو الشیخ نے روایت کی ہے "مسجد نبوی کی ایک نماز دس ہزار نماز کے برابر ہے" ابن ماجہ کی روایت ہے کہ میری اس مسجد میں ایک نماز پچاس ہزار نماز کے برابر ہے (منک کبیر) زرقانی نے "الحجج البیّاتۃ" سے نقل کرتے ہوئے الامام سے مرفوعاً یہ روایت کی ہے۔

مَنْ خَرَجَ عَلَى ظَهْرِ لَا يُرِيدُ
اِلَّا الصَّلَاةَ فِي مَسْجِدِي
هَذَا حَتَّى يُعَلِّيَ فِيهِ كَانَ
بِمَنْزِلَةِ حُجَّتِهِ

راجع رہے کہ حرمین شریفین کی یہ فضیلت صرف نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام عبادات و اعمال کو عام ہے۔ (منک کبیر)

"نظام الحکمتہ" میں حسن بصری کا ارشاد ان کے رسالہ سے منقول ہے کہ میں ایک دن کاروزہ ایک لاکھ روزے کے برابر اور ایک درہم کا صدقہ ایک لاکھ درہم کے برابر اور ایک نیکی ایک لاکھ کے مساوی ہے۔ امام غزالی نے "احیاء" میں لکھا ہے کہ مدینہ کا ہر عمل ایک ہزار کے برابر ہے۔

میرانی نے مرفوعاً روایت کی ہے مدینہ کا ایک رمضان دوسرے شہروں کے ایک ہزار رمضان سے بہتر ہے اور مدینہ کا ایک جمعہ دوسرے شہروں کے ایک ہزار جمعہ سے بہتر ہے زرقانی نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔

”نظام الکلمۃ“ میں یہ سبق سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اس مسجد میں ایک ماہ رمضان کے روزے بمشغلے مسجد حرام دوسری تمام جگہوں کے ایک ہزار ماہ ملتے رمضان سے افضل میں اور میری اس مسجد میں ایک جمعہ بمشغلے مسجد حرام تمام عہدوں کے ایک ہزار جمعہ سے بہتر ہے امام نووی نے فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ”میری اس مسجد“ کے لفظ سے اس جانب اشارہ ہے کہ اعمال کے ثواب کی زیادتی اس مسجد کے ساتھ خاص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تھی وہ حقے نہیں جن کا خلفاء راشدین اور ان کے بعد کے لوگوں کے عہدوں میں اضافہ کیا گیا ہے۔

شیخ نے ”لمعات“ میں لکھا ہے جمہور کے نزدیک مذہب مختار یہ ہے کہ ثواب کی کثرت کا حکم اضافہ شدہ حصوں کو بھی شامل ہے جس کی وجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مراد یہ حدیث ہے :

لَوْ مَدَّ هَذَا السَّجْدَ إِلَى مَنَعَلِ السَّمَاءِ
لِإِيْمَانِ مَنْ كَانَ مَسْجِدِي

اگر یہ مسجد یمن کے (شہر) صنعاء تک بڑھا دی جائے جب بھی میری ہی مسجد ہوگی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول یہ ارشاد بھی ہے ”جتنی بھی اس مسجد میں توسیع کر دی جائے کل میری ہی مسجد ہوگی۔“

حدیث میں اہم اشارہ کا استعمال دوسری مسجد سے ممتاز کرنے کے لئے اور اظہار عظمت کے لئے یا مسجد قبا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب دوسری مسجدوں سے استرازا مقصود ہے۔ محب طبری نے امام نووی کا اپنے قول سے رجوع نقل کیا ہے۔

امام نووی نے لکھا ہے اعمال کے کئی گنے کی بات صرف ثواب سے متعلق ہے۔ یعنی مسجد نبوی میں ایک نماز کا ثواب دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز کے ثواب سے زیادہ ہے۔ فوت شدہ اعمال سے کافی ہونے میں یہ ثواب کی کثرت کچھ مفید نہ ہوگی۔ شکیار کہ ایک شخص کے ذمے دو نمازیں ہیں اور اس نے مسجد مدینہ میں ایک نماز پڑھی تو اس شخص کی یہ نماز دو

نمازوں سے کفایت نہ کرے گی۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

امام احمد اور طبرانی نے ثقہ راویوں کے زریعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”جس شخص نے میری مسجد میں چالیس نمازیں پڑھیں۔“ طبرانی نے اتنا اضافہ کیا ہے۔ ”اس طرح کہ اس کی کوئی نماز فوت نہ ہوئی“ تو اس کے لئے جہنم سے نجات اور عذاب سے نجات اور لفاق سے نجات لکھ دی گئی۔ شیخ دہلوی نے بھی اسے نقل کیا ہے۔

استبہا | ان مساجد میں ہزار گنا یا چند ہزار گنا ثواب صرف فرض عبادت میں ملتا ہے یا فرض و نفل دونوں میں اس میں اختلاف ہے اصحاب مالک نے لفظ کے عموم کو سمجھتے ہوئے تصریح کی ہے کہ فرض و نفل دونوں میں ملتا ہے۔ حمادی نے لکھا ہے کہ صرف فرض میں لیکن یہ اطلاق حدیث کے خلاف ہے جیسا کہ نووی نے مراحۃ کی ہے۔ ”فتح القدیر“ میں مرقوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مشہور حدیث مروی ہے۔ ”انسان کی سب سے بہتر نماز اس کے گھر میں ہے فرض کے علاوہ“

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجد میں نفل پڑھنا مثلاً تہجد اور فجر کی سنت وغیرہ منقول نہیں بلکہ اپنے گھر میں پڑھنا روایتوں میں ملتا ہے (جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان مساجد میں فرض اعمال کا کوئی گونہ ثواب ہوگا نفل کا نہیں)۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اعمال میں کثرت ثواب صرف مردوں کے لئے ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت نے مسجد میں حاضر ہونے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی آپ سے اجازت مانگی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے گھر میں نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا باوجودیکہ اس وقت عورتوں کا نکلتا مباح تھا جس سے ظاہر ہے کہ عورتوں کے لئے ان کی نماز گھروں ہی میں افضل ہے۔ (نظام الملک)

علماء نے فرمایا ہے اگر کسی شخص نے ان مساجد میں سے کسی میں نماز پڑھنے کی نذر مانی

تو اسے ایثارِ نذر واجب ہے۔ اور اس کے لئے اس میں نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور مسجد میں نماز ادا کرنا اسے کافی نہ ہوگا۔ (رسائل الارکان)

”کشف العطا“ میں ہے اگر اس شخص نے مسجدِ مدینہ میں ادائیگی کی نذر مانی تو نذر کی تکمیل کے لئے مسجدِ مدینہ اور مسجدِ حرام متعین ہوگی اور اگر اس نے مسجدِ اقصیٰ میں ادائیگی کی نذر مانی تو ایثارِ نذر کے لئے مسجدِ مدینہ، مسجدِ حرام اور مسجدِ اقصیٰ متعین ہوگی اگر وہ ان مسجدوں کے علاوہ متعین کرے تو تعین نہ ہوگی۔

”منک متوسط“ میں ہے۔ اگر اس نے کسی جگہ نماز پڑھنے کی نذر مانی اور اس سے کم درجہ کی جگہ نماز پڑھی تو اسے یہ کافی ہے۔ علی قاری نے ”منک متوسط“ کی شرح میں لکھا ہے اگر اس نے مسجدِ حرام میں دو رکعت پڑھنے کی نذر مانی تو اس نماز کا اس جگہ کے علاوہ کہیں اور ادا کرنا امام زفر کے نزدیک جائز نہ ہوگا۔

ہمارے اصحاب کے نزدیک صحیح ہے۔

اور اگر اس نے مسجدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دو رکعت ادا کرنے کی نذر مانی تو ان دونوں کی ادائیگی صرف مسجدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجدِ حرام میں جائز ہوگی ان کے علاوہ مسجدوں میں روا نہ ہوگی۔

اور اگر اس نے بیت المقدس میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس کی ادا ان تینوں مسجدوں میں جائز ہوگی ان کے علاوہ مسجدوں میں روا نہ ہوگی۔

اور اگر اس نے جامع مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو مسجدِ محد میں اس کی ادا جائز نہ ہوگی۔ اگر اس نے مسجدِ محد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اس کی ادا اس کے گھر میں جائز نہ ہوگی اور اگر اس نے کسی گھر میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو سب میں اس کی ادا جائز ہے۔ (المصنفی)

ان مسائل میں ہمارے اصحاب امام زفر رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف رکھتے ہیں لیکن نے یہ بھی کہا ہے کہ امام ابو یوسف امام زفر کے ساتھ ہیں۔ ان مساجد میں اعتکاف کی نذر

ماننے کا بھی یہی حکم ہے۔

”رد المحتار“ میں ہے جس کسی نے مسجد حرام میں دو رکعت پڑھنے کی نذر مانی اور یہ نماز اس نے اس سے کم رتبے یا بلا کسی نفیست کی مسجد میں ادا کی تو اسے کافی ہے۔ امام زفر البتہ اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔

اس لئے کہ شریعت کا مشہور ضابطہ ہے کہ نفلی عبادت کا التزام نفل کو واجب کر دیتا ہے اور بندہ کا عبادت کو کسی جگہ سے خاص کرنے کا اعتبار شریعت سے ثابت نہیں۔ بلکہ عبادت کے لئے جگہوں کی تخصیص صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔

یہ تحریر اس مرحلہ تک پہنچ چکی ہم اپنی گفتگو ختم کرتے ہیں۔ بد حرام مکہ مکرمہ کی پاک سرزمین پر رحمن کے مقدس گھر کے سامنے یہ آخری کلمات ماہِ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ میں لکھے گئے۔

علی رسول المشرقین والمغربین والحمد لله وحده صلوات

خالد اکو شین مادام وجود الملونین ۵

اللهم یا حنان یا منان اغفر لنا ولوالدینا وللمشائخنا

ولا ماتینا وجميع المسلمين والمسلمات ببرحمتك

یا ارحم الراحمین ۵



تمت

أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

تَحْمِ
خَاتَمُ الْمُرْسَلِينَ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَبُو الْبَيَّانِ الْخَافِظُ مُحَمَّدٌ مظهر الدِّين رَمَاسِي رَحِمَهُ اللَّهُ

صُفَّةٔ پَبَاۓ کِشَنَز

عمیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ - اُردو بازار - لاہور فون: 7324210

تاریخ القرآن

تالیف

حضرت علامہ مفتی عبد اللطیف رحمانی رحمہ اللہ

صفہ پبلی کیشنز

اسماعیل سنٹر 109- چیٹرجی روڈ - اردو بازار - لاہور فون: 7324210

عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے بہترین مکتب

